مطالعہ قرآنِ حکیم کا

منتخب نصاب

حصّہ دوم

نکات برائے درس وتدریس

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی (قرآن اکیڈمی) — رجسٹرڈ
قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس، فیز VI ، کراچی
فون نمبر:4-35340022 فیکس:35350393
ای میل:info@quranacademy.com
ویب سائیٹ:www.quranacademy.com

نام کتاب	:	منتخب نصاب (درسی) حصہ دوم
مؤلف	:	حافظ انجینیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	:	مدیر مطبوعات، انجمن خدام القرآن سندھ ، کراچی
		مرکزی دفتر :B-375علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ
		بلاک 6، گلشن اقبال ، کراچی
		فون : 7-34993436-21-92+
ای میل	:	Publications@QuranAcademy.com
ویب سائٹ	:	www.QuranAcademy.com
طبع 01 تا 9	:	9400
طبع 10	:	رمضان المبارک1442ھ مئی 2021ء
تعداد	:	1100/=

انتساب

اُن باہمت حضرات وخواتین کے نام

جو الفاظِ قرآنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس 10: 58)

پر یقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے

اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خَيْرُ كُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَه (بخاری)

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے

دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لیے

اپنی بہترین صلاحیتیں

قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے لیے

وقف کردیں۔

فہرست

1. حقیقتِ ایمان 5

2. درسِ اوّل: سورۃالفاتحہ [1] 16

3. درسِ دوم: سورۃ آلِ عمران [3] آیات 190-195 34

4. درسِ سوم: سورۃ النور [24] رکوع5 46

5. درسِ چہارم: سورۃ التغابن [64] 60

6. درسِ پنجم : سورۃ القیامہ [75] 102

حوالہ جات:

- "مطالعہ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب" کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن اور ترجمہ موجود ہے۔
- "مطالعہ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب(مفصّل)" دو جلدوں میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن، ترجمہ اور تفسیر موجود ہے۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر لیکن جامع دروس پر مشتمل الہدیٰ سیریز کے 44 لیکچرز پر مشتمل MP3 سی ڈی۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 12 ویڈیو DVDs/ 2 آڈیو MP3 سی ڈی

حقیقتِ ایمان

1) مفہوم:

- **لغوی:**

اَمِنَ ۔ یَاْمَنُ ۔ اَمْنًا — امن میں ہونا ، اٰمِن — امن میں ہونے والا[۱]

اٰمَنَ ۔ یُؤْمِنُ ۔ اِیْمَانًا — امن دینا، مُوْمِن — امن دینے والا

اٰمَنَ لَہٗ — کسی کی بات مان لینا (سرسری طور پر)

اٰمَنَ بِہٖ — کسی کی تصدیق کرنا (پورے اعتماد و یقین سے)[۲]

- **اصطلاحی:**

تَصْدِیْقُ بِمَا جَآءَ بِہِ النَّبِیُّ ﷺ (نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہر بات کی تصدیق کرنا)

2) ایمان کس پر؟

- **ایمانِ مُجمَل:**

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ م بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ م بِالْقَلْبِ

"میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ اور میں نے قبول کیے اس کے تمام احکامات۔ زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق"۔

- **ایمانِ مُفَصَّل:**

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

"میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اس کا خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے پر"۔

---

(۱) اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ (الاعراف 7:99)

(۲) قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (التوبة 9:61)

• ایمانیاتِ ثلاثہ:

i. توحید:

اللہ سبحانہ تعالیٰ وہ واحد ہستی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وسیع و عریض کائنات کا خالق اور اس کے ہر نظام کو چلانے والا۔ ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں یکتا۔ ہر خوبی درجہ کمال کے ساتھ اسی کی ذات میں موجود ہے۔

ii. آخرت:

عالمِ دنیا ایک طے شدہ مدّت تک ہے پھر ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد عالمِ آخرت شروع ہو گا جس کی مدت لامحدود ہے۔ انسانی زندگی بے حد طویل ہے جو اپنے آغاز یعنی روح کے وجود میں آنے کے بعد دو موتوں اور دو زندگیوں کے سلسلہ پر مشتمل ہے[(۱)]۔ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے[(۲)]۔ موت وحیات کا سلسلہ انسان کے امتحان کے لیے ہے[(۳)]۔ امتحان کا نتیجہ روزِ قیامت ظاہر ہو گا۔ کچھ لوگ اس روز کامیاب قرار پائیں گے اور کچھ لوگ ناکام[(۴)]۔

iii. رسالت:

دنیا میں درپیش امتحان میں کامیابی کے لیے ہر انسان کو نیکی وبدی کا شعور دے دیا گیا ہے[(۵)] اور اِسی کی بناء پر اُس سے حساب لیا جائے گا۔ البتہ یہ رحمتِ خداوندی ہے کہ اس نے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کیا، اُن کے ذریعہ ہدایت بھیجی اور انہیں ایک متوازن عملی نمونہ بنایا تاکہ انسانوں کے پاس بے عملی کا جواز نہ رہے[(۶)]۔

---

(۱) وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (البقرة[2]:28)، رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (المؤمن[40]:11)

(۲) وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ۭ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (العنكبوت[29]: 64)

(۳) الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملك[67]:2)

(۴) يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (التغابن[64]:9-10)

(۵) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ڰ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ (الدهر[76]:2-3)

(۶) رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء[4]:165)

- **ایمانیاتِ ثلاثہ کا ربط و اہمیت:**

  - ایمان باللہ ہی اصل اور بنیادی ایمان ہے۔ اسی لیے ایمانِ مُجمَل میں اسی کا ذکر ہے۔ باقی ایمانیات اسی کی شاخیں ہیں۔ آخرت کا تعلق اللہ کی صفت 'العادل' سے ہے اور رسالت کا تعلق اُس کی صفت 'الھادی' سے ہے۔
  - ایمان بالآخرت انسان کے اخلاق و عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے(۱)۔ اس کے بغیر ایمان باللہ محض ذات و صفات کی بحث تک اور ایمان بالرسالت عشق و محبت کے زبانی دعووں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔
  - ایمان بالرّسالت قانونی اعتبار سے اہم تر ہے۔ اُسی کا ایمان مسلم ہے جو تمام رسولوں پر اور آخری رسول ﷺ کے ذریعے ملنے والی خبروں پر بیان شدہ تفصیلات کے ساتھ ایمان لائے(۲)۔ مثلاً اللہ کو محض خالق تسلیم کر لینا کافی نہیں بلکہ اس پر تمام اسماء و صفات کے ساتھ ایمان لانا ہوگا اور جزا و سزا کا محض اقرار کر لینا کافی نہیں بلکہ روزِ قیامت اور جنت و جہنم کی جملہ تفصیلات کو بھی ماننا ہوگا۔

3) ایمان کے درجات:

i. قانونی ایمان: اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ (زبان سے اقرار) - اسلام

دنیا میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے(۳)۔ اسلامی ریاست میں شہریت اور بحیثیت مسلمان تمام حقوق کے حصول کی بنیاد اسی ایمان پر ہے۔ صرف زبان سے اقرار اور دل میں یقین نہیں تو یہ نفاق ہے(۴)۔

ii. حقیقی ایمان: تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ (دل سے تصدیق) - ایمان

آخرت میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جائے گا کیونکہ اللہ عَلِیْمٌ

---

(۱) كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۭ (العلق96:6-8)

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرة2:8)

(۳) لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء4:94)، مزید برآں ملاحظہ ہو حضرت مقدادؓ کا واقعہ (منتخب نصاب حصہ اوّل - نکات برائے درس و تدریس، درس اوّل)

(۴) الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (المائدة5:41)

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے (۱)۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے۔ صرف دل میں یقین ہو اور زبان سے اقرار نہیں تو یہ کفر ہے (۲)۔ لہٰذا آخرت میں حقیقی مومن قرار پانے کے لیے زبانی اقرار اور دل میں یقین، دونوں ضروری ہیں۔

4) ایمان کا عمل سے تعلق:

- **قانونی ایمان کا عمل سے کوئی تعلق نہیں:**

بقول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

اَلْاِیْمَانُ هُوَ الْاَقْرَارُوالتَّصْدِیْق وَایماُ اَهْلِ السماءِ وَ الْاَرْضِ لَایَزِیْدُ وَلاَ یَنْقُصُ (۳)

"ایمان اقرار اور تصدیق کا نام ہے آسمان و زمین والوں کا ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ"۔

فاسق و فاجر شخص بھی مسلمان ہے جب تک کسی بنیادی عقیدے کا منکر نہ ہو۔ بے عمل مسلمان کو بھی متقی مسلمان کے برابر حقوق ملیں گے۔ دونوں کا قانونی status یکساں رہے گا۔

- **حقیقی ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں:**

بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ وَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ (۴)

"ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے"۔

اگر دل میں یقین ہے تو لازماً اس کا ظہور عمل کی صورت میں ہو گا (۵)۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ (۱)

---

(۱) قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات 49:14)

(۲) وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (النمل 27:14)

(۳) الفقہ الاکبر

(۴) فتح الباری، کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس

(۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (الحجرات 49:15)

"اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اُس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں"۔

وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ(۲)

"اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا: وہ جس کی ایذا رسانیوں سے اُس کا پڑوسی چین میں نہ ہو"۔

لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِينَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ(۳)

"زانی، زنا نہیں کرتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو اور شرابی، شراب نہیں پیتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو اور چور، چوری نہیں کرتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو"۔

- **حقیقی ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے:**
  - اچھی یا بری محفل کے اثرات
  - اچھے یا برے عمل کے اثرات
  - اچھے یا برے مطالعے/مشاہدے/سماعت کے اثرات
  - قرآن کی تلاوت کا اثر(۴)

- **ایمان ہی عمل کی روح ہے:**
  - عمل کا مقصد صرف اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے کیوں کہ دکھاوا شرک ہے۔

حدیثِ نبوی ہے:

---

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ، 11935

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْأَدَبِ، باب إِثْمِ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍؓ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الْحُدُودِ، باب لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ وصحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي ... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

(۴) اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (الانفال[8]:2)، وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ (التوبۃ[9]:124)

مَنْ صَلّٰى يُرَاءِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ [۱]

"جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا"۔

- عمل کا اجر صرف اور صرف آخرت میں مطلوب ہونا چاہیے۔[۲]
- عمل وہی صالح ہے جو سنت کے خلاف نہ ہوں۔[۳]

- **ایمان عمل کے لیے جذبۂ محرکہ ہے:**
  - انسان دنیا میں گناہ کر کے فوری فوائد و لذّات حاصل کر سکتا ہے اور جرائم کی سزا سے بچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود یہ ایمان ہے جو انسان کو گناہوں سے پرہیز اور نیکی کو اختیار کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ کی محبت اور آخرت میں جوابدہی کا احساس انسان کو باوجود تکالیف کے عملِ صالح پر کاربند رکھتا ہے۔

5) ایمان کا حاصل امن:

فَاَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ (الانعام[6]: 81-82)

"تو ان دونوں فریقوں میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا، اُن ہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں"۔

- کائنات اور اپنی ذات کے بارے میں انسان کے ذہن میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً:

i. کائنات کا اور میرا خالق کون ہے؟

ii. کائنات کا اور میرا مقصدِ تخلیق کیا ہے؟

iii. کائنات کی ابتدا کب ہوئی اور اس کی انتہا کیا ہے؟

iv. کائنات کے ساتھ خالق کا تعلق کیا ہے؟

v. میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں اور میری انتہا کیا ہے؟

---

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِى مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ، باب حَدِيثُ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ ؓ، 16517

(۲) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالمِ دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اوّل — نکات برائے درس وتدریس، درس دوم)

(۳) ملاحظہ ہو تین اشخاص کا آپ ﷺ کی عبادت کی کیفیت پوچھنے سے متعلق واقعہ (منتخب نصاب حصہ اوّل - نکات برائے درس وتدریس، درس دوم)

vi. پیدائش سے قبل میری کوئی حقیقت تھی یا نہیں؟

vii. موت کے بعد میرا وجود برقرار رہے گا کہ نہیں؟

viii. دنیا میں کچھ انسان کیوں تکالیف، مشقتوں یا ظلم و ستم کا شکار ہیں؟

اِن سوالات کی وجہ سے انسان شدید ذہنی کوفت اور اعصابی دباؤ میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ مجبور ہے کہ محض اپنے حواس کے ذریعہ مندرجہ بالا سوالات کا اطمینان بخش جواب یعنی علم حقیقی نہیں پاسکتا۔ یہ انبیاء کرام تھے جو ایک خاص ذریعہٗ علم یعنی وحی کی بنیاد پر مندرجہ بالا سوالات کا جواب دیتے تھے۔ جو انسان کسی نبی کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، اُس کی بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔ اُسے ایک امن اور سکون کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ کائنات اور خود اپنی حقیقت کا علم حاصل کرنے کی جو پیاس اُس کی فطرت میں تھی، اُسے تسکین مل جاتی ہے۔ چنانچہ اِس داخلی امن ہی کا نام ایمان ہے۔

- ہمارے نفع و نقصان کا کل اختیار اللہ کے پاس ہے۔ ہمیں مخلوقات میں نہ کسی کی خوشامد کرنے کی حاجت ہے اور نہ کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

ے وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

- کشمکشِ حیات میں ہر آن محسوس ہوتا ہے کہ میں اکیلا نہیں میرا ایک زبردست مددگار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے الفاظ: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة[9]:40)

حضرت موسیٰؑ کے الفاظ: اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (الشعراء[26]:62)

- حادثات پر صبر و سکون، جو کیا اللہ نے کیا، ہونا ہی ایسے تھا، نقصان عارضی ہے، اسی میں خیر ہے، ذریعۂ امتحان ہے، صبر پر روز قیامت اجر ملے گا۔
- خدشات اور اوہام سے نجات۔ آئندہ جو ہو گا وہ اللہ ہی کرے گا اور اللہ ہمارا ہم سے بڑھ کر خیر خواہ ہے۔

گویا ایمان کا حاصل ہے - زوالِ خوف و حزن

6) ایمان کا تقاضا: جہاد فی سبیل اللہ

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ﴿۱۵﴾ (الحجرٰت 49:15)

"مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہی لوگ سچے ہیں"۔

اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی ذات اور خارج میں ہر اس شے کو فروغ دیا جائے جو اُسے پسند ہے اور ہر اس چیز کے خلاف جد وجہد کی جائے جو اسے ناپسند ہے۔

7) حقیقی مومن کون ہے؟

- **حقیقی مومن کی باطنی کیفیات:**

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ۚ﴿۲﴾ (الانفال 8:2)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔

- **حقیقی مومن کی خارجی سرگرمیاں:**

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ (الانفال 8:74)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ اُن کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

8) کیا ہمیں ایمانِ حقیقی حاصل ہے؟

ہماری اکثریت ایمانِ حقیقی سے محروم ہے!

- **اگر ہم مومن ہوتے تو آج دنیا میں غالب ہوتے:**

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾

(آل عمران3:139)

"اور نہ ہمت ہارو اور نہ ہی غمگیں ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهِ [۱]

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"۔

9) ایمانِ حقیقی کے حصول کے ذرائع:

ایمان ہمارے اندر موجود ہے۔اسے شعوری سطح پر لانے کے ذرائع :

i. **صحبتِ صادقین:**

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ (التوبة9:119)

"اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

صادقین کی وضاحت:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿١٥﴾

(الحجرٰت49:15)

"مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ ،یہی لوگ سچے ہیں"۔

ii. **سلفِ صالحین کی سیرت کا مطالعہ**

iii. **آیات آفاقی پر غور:**

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ

---

(۱) شرح السنة، کتاب الإیمان، باب رَدِّ الْبِدَعِ وَالْأَهْوَاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِؓ

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (البقرة[2]:164)

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) کے سمندر میں رواں ہونے میں جن کے ذریعہ وہ (اللہ) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں"۔

iv. آیاتِ انفسی پر غور:

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

(الذٰریٰت[51]:20-21)

"اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ خود تمہاری اپنی ذات میں (بھی)، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟"

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

v. آیاتِ قرآنی پر غور:

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(الحدید[57]:9)

"وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تمہیں نکالیں اندھیروں سے روشنی کی طرف"۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (الانفال[8]:2)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ (التوبة 9:124)

"اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورت، تو ان میں سے بعض (از راہ تمسخر دوسروں سے) کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کیا؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو واقعی اس سورت نے اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں"۔

خوبصورت ایمان کس کا ہے؟

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيْمَانًا؟ قَالُوْا: اَلْمَلَائِكَةُ، قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالُوْا: فَالنَّبِيُّوْنَ، قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْيُ يُنَزَّلُ عَلَيْهِمْ؟ قَالُوْا: فَنَحْنُ، قَالَ: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ أَعْجَبَ الْخَلْقِ إِلَيَّ إِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدَكُمْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهَا [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: "تمہارے نزدیک سب سے زیادہ خوبصورت ایمان کس کا ہے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فرشتوں کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تو پھر انبیاء علیہم السلام کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تو پھر ہمارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم ایمان کیوں نہ لاؤ جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جان لو سب سے خوبصورت ایمان اُن لوگوں کا ہوگا جو تمہارے بعد آئیں گے، قرآن کو صفحات میں لکھا ہوا پائیں گے اور اِس کی تعلیمات پر ایمان لائیں گے"۔

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقى، كتاب جماع أبواب غزوة تبوك، باب جماع أبواب إخبار النبى صلى الله عليه وسلم بالكوائن بعده، عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ اوّل: سورۃ الفاتحہ 1

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ اوّل سورۃ الفاتحۃ پر مشتمل ہے۔
2. نہ صرف ترتیبِ تلاوت بلکہ نزول کے اعتبار سے بھی سورۃ الفاتحۃ پہلی مکمل سورت ہے۔
3. اس سورۂ مبارکہ کے کئی نام ہیں جیسے الفاتحۃ (قرآن پاک کی افتتاحی سورت)، اُمّ القرآن (قرآن کی جڑ)، اساس القرآن (قرآن کی بنیاد)، الشّافیۃ (شفاء دینے والی)، الکافیۃ (کفایت کرنے والی)، الوافیۃ (پورا کرنے والی)، المناجات (دعا)۔
4. اس سورۂ مبارکہ کی عظمت کے لیے نوٹ فرمایئے:

- سورۃ الحجر[15] آیت 87 میں فرمایا گیا:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝۸۷ (الحجر 15:87)

"ہم نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں سات (آیات) دہرائی جانے والی جو کہ (بذاتِ خود) ایک عظیم قرآن کا درجہ رکھتی ہیں"۔

- وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا أُنْزِلَتْ فِی التَّوْرٰۃِ وَلَا فِی الْإِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُھَا وَ إِنَّھَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ أُعْطِیْتُہٗ [1]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ وہ سورت ہے جس کی مثل نہ تورات

(۱) سنن الترمذی، کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِیْ فَضْلِ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ، عن ابی ھریرۃ ؓ

میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس کی نظیر موجود ہے اور یہ ہی ہے "سَبۡعٌ مِّنَ الۡمَثَانِيۡ" اور یہ ہی "اَلۡقُرۡآنُ الۡعَظِيۡمُ" ہے جو مجھے عطا کیا گیا"۔

- أَعۡظَمَ سُورَةٍ فِي الۡقُرۡآنِ [۱] "سورۂ فاتحہ قرآنِ حکیم کی سب سے عظیم سورت ہے"۔
- أَبۡشِرۡ بِنُورَيۡنِ أُوتِيۡتَهُمَا لَمۡ يُؤۡتَهُمَا نَبِيٌّ قَبۡلَكَ فَاتِحَةُ الۡكِتَابِ وَخَوَاتِيۡمُ سُورَةِ الۡبَقَرَةِ [۲] "نبی اکرم ﷺ کو دو ایسے نور دیئے گئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے یعنی سورۃ الفاتحۃ اور سورۃ البقرۃ کی آخری (دو) آیات"۔
- سورۃ الفاتحۃ پورے قرآن حکیم کے لیے مقدمے اور دیباچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک دعا ہے اور پورا قرآنِ حکیم جوابِ دعا ہے۔

5. سورۃ الفاتحۃ نماز کا جزو لازم ہے:

لَا صَلٰوةَ لِمَنۡ لَمۡ يَقۡرَأۡ بِفَاتِحَةِ الۡكِتَابِ [۳]

"اس شخص کی نماز ہی نہیں جس نے سورۃ الفاتحۃ نہ پڑھی"۔

- باجماعت نماز میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحۃ پڑھنے کے حوالے سے تین آراء ہیں:
  - صرف امام سورۃ الفاتحۃ پڑھے گا۔ (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)
  - مقتدی بھی ہر نماز میں سورۃ الفاتحۃ پڑھے گا۔ (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)
  - مقتدی صرف سرّی نمازوں (ظہر و عصر) میں سورۃ الفاتحۃ پڑھے گا۔ (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)
- مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیثِ قدسی میں سورۃ الفاتحۃ ہی کو نماز قرار دیا گیا ہے۔ (حدیث کا متن درس کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

6. آیات کا تجزیہ:

آیات 1 – 3: اللہ کے لیے: اللہ کی حمد و ثناء اور بڑائی کا بیان

آیت 4: اللہ اور بندے کے درمیان عہد و پیمان

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب فَضَائِلِ الۡقُرۡآنِ، باب فَضۡلِ فَاتِحَةِ الۡكِتَابِ، عَنۡ أَبِي سَعِيۡدِ بۡنِ الۡمُعَلَّىؓ

(۲) صحیح مسلم، کتاب صَلَاةِ الۡمُسَافِرِيۡنَ وَقَصۡرِهَا، باب فَضۡلِ الۡفَاتِحَةِ وَخَوَاتِيۡمِ سُورَةِ الۡبَقَرَةِ، عَنۡ ابۡنِ عَبَّاسٍؓ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الۡأَذَانِ، باب وُجُوبِ الۡقِرَاءَةِ لِلۡإِمَامِ وَالۡمَأۡمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الۡحَضَرِ وَالسَّفَرِ، عَنۡ عُبَادَةَ بۡنِ الصَّامِتِؓ

آیات 5 – 7: بندے کے لیے: بندے کی احتیاج اور دعا

ترازو کی تمثیل از مولانا ابوالکلام آزاد

7. سورۃ الفاتحۃ کا اسلوب دعائیہ ہے، لیکن قرآنِ حکیم کے عمومی دعائیہ اسلوب سے مختلف ہے۔ قرآنِ حکیم کا عمومی دعائیہ اسلوب دو طرح کا ہوتا ہے:

i. لفظ قُلْ کہہ کر دعا کی تلقین کی جاتی ہے جیسے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰهٰ[20]:114) "کہہ دیجئے! اے میرے ربّ میرے علم میں اضافہ فرما"۔

ii. نیک بندوں کا ذکر کر کے اُن کی دعا بیان کی جاتی ہے۔ جیسے سورۃ الفرقان[25] کی آیت 65 میں عبادالرحمٰن کی دعا بیان کی گئی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾

"اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب، دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچالے۔ بے شک اُس کا عذاب تو چمٹنے والا ہے"۔

سورۃ الفاتحۃ میں مندرجہ بالا دونوں اسلوب نہیں ہیں۔ گویا یہ انسان کی فطرت کی پکار ہے جو آپ سے آپ اس کی زبان پر آ رہی ہے اور اسے اللہ نے الفاظ کا سانچہ عطا فرما دیا ہے:

ے دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت میں کی گئی خطا پر ندامت ہوئی تو انہیں اظہارِ ندامت کے لیے کلمات اللہ نے سکھائے تھے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرۃ[2]:37)

"پھر سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے (معذرت کے) کچھ کلمات اور اللہ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی"۔

اللہ نے آدم علیہ السلام کو جو کلمات سکھائے ان کا ذکر سورۃ الاعراف[7] آیت 23 میں ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

سورۃ الفاتحۃ کا نہ صرف اسلوب دعائیہ ہے بلکہ اس سورت میں دعا مانگنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے یعنی:

i. اللہ کی حمد و ثناء کا بیان

ii. اللہ کی بندگی کرنے کا اقرار

iii. اپنی بے بسی و لاچارگی کا اعتراف

iv. آخر میں اللہ سے عاجزانہ دعا

8. سورۃ الفاتحۃ کا موضوع ہے سلیم الفطرت انسان کے جذبات کی ترجمانی یعنی:

i. غور و فکر کا حاصل (ابتدائی چار آیات):

- منعمِ حقیقی کی پہچان اور اس کے لیے اظہارِ تشکر
- نیکی اور بدی کے شعور کی بنیاد پر جزا و سزا کا تصور
- شکر کے نتیجہ کے طور پر منعمِ حقیقی کی عبادت کا اقرار
- اپنی بے بسی و لاچارگی کا اظہار

ii. ضرورت و احتیاج (آخری تین آیات):

- غور و فکر سے حاصل شدہ ایمان کی یقین میں تبدیلی
- نیکی کے لیے متوازن نمونہ
- اجتماعی معاملات میں حقوق و فرائض کے لیے متوازن رہنمائی

اہم نکتہ

قرآنِ حکیم کا اولین مخاطب وہ سلیم الفطرت انسان ہے جو غور و فکر کے ذریعہ سورۃ الفاتحۃ کی ابتدائی چار آیات میں بیان شدہ حقائق تک از خود پہنچ چکا ہو۔ یہ انسان سورۃ البقرۃ[2] آیت 2 کے حوالے سے متقی ہے، جس کے لیے قرآن کتابِ ہدایت ہے اور سورۃ التوبۃ[9] آیت 100 کے حوالے سے اس کا شمار "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جن کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت نے ہلکے سے پردے ڈال دیے ہوتے ہیں، وہ بھی السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی پیروی کر کے قرآنِ حکیم سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور سورۃ التوبۃ[9] آیت 100 کے حوالے سے "وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" میں شامل ہو جاتے ہیں۔

البتہ کچھ لوگوں کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت کے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (المطففین[83]:14)

"ہرگز نہیں! بلکہ اِن لوگوں کے دِلوں پر اِن کے کرتوتوں کا زنگ (بیٹھ گیا) ہے"۔

ایسے لوگ سورۃ البقرۃ[2] آیت 6 کے حوالے سے ان کافروں میں شامل ہو جاتے ہیں جو ہدایتِ قرآنی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

"جن لوگوں نے (ان باتوں کو ماننے سے) انکار کیا ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو (انکارِ حق کے نتائج سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ (کبھی) ایمان نہ لائیں گے"۔

اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ

سورۃ الفاتحہ پر غور و فکر

آیت 1

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"کُل شکر و ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان والوں کا مالک و پروردگار ہے"۔

1. حمد:

- حمد = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی مدح جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)
- قرآنِ حکیم میں یکساں وقفوں سے سورتوں کا آغاز کلمۂ حمد سے ہوتا ہے:

  سورۃ الفاتحۃ[1]، سورۃ الانعام[6]، سورۃ الکھف[18]، سورۃ سبا[34]
- نبی اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ کا حمد کے ساتھ خاص تعلق ہے جیسے محمد، احمد، حامد، محمود۔ روزِ قیامت آپ ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور اللہ کی حمد کا جھنڈا لے کر اُس کی ایسی حمد کریں گے جیسی اِس سے قبل کسی نے نہیں کی تھی۔
- "اَدْعِيَۃٔ مَاثُورَہ" میں کلمۂ حمد کی کثرت
- اہلِ جنت کا وظیفہ — کلمۂ حمد

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس[10] 10:)

"اُن (باغوں) میں (داخل ہوتے ہی) وہ پکار اُٹھیں گے سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ (یعنی اے اللہ تو پاک ہے)اور اُن (باغوں) میں اُن کی (باہمی) دُعائے خیر سَلٰمٌ (عَلَیْكَ) ہو گی اور اُن کی بات کا خاتمہ ہو گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یعنی کل شکر و ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان والوں کا رب ہے)"۔

- اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ یَمْلَؤُهٗ (۱)

"کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ (معرفت الٰہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اسے پُر کر دیتا ہے"۔

2. اللہ:

دو آراء:

i. اسمِ علم اور جامد ... اسمِ ذات ... باقی تمام نام صفاتی

ii. اِلٰهٌ سے مشتق: اللّٰهُ = اَلْ + اِلٰهٌ

اِلٰهٌ کے کئی معنی ہیں جیسے وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے یا جس کی طرف ضرورت کے وقت لپکا جائے یا جو انسان کو حیرت میں ڈال دے یا جس سے والہانہ محبت ہو یا جو بالکل مخفی ہو (بقول امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اِحْتَجَبَ بِشِدَّةِ ظُهُوْرِهٖ "پاک ہے وہ ذات جو اوٹ میں آ گئی اپنے ظہور کی شدت سے")۔

درج بالا معانی کا کامل مصداق صرف اللہ ہی ہے

یَا اَللّٰهُ ظاہر کر رہا ہے کہ لفظ اللہ اسمِ جامد ہے اور اس میں لامِ تعریف موجود نہیں ورنہ یَا اَیُّھَا اللّٰهُ ہوتا۔ اِسی طرح وصل کی صورت میں اللہ کے 'الف' کا حذف ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ اسم جامد نہیں ہے۔ گویا لفظ اللہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

3. ربّ :

لفظ رب کا مادّہ ہے ر ب ب (ن) جس سے فعل کے معنی ہیں مالک ہونا، بالادست ہونا، انتظام کرنا۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں اس فعل کی تعریف یوں بیان کی ہے:

اِنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ تَمَامٍ

"کسی شے کو درجہ بدرجہ ابتداء سے آخری حد تک لے جانا"

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ، باب مَا جَاءَ فِیْ عَقْدِ التَّسْبِیْحِ بِالْیَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ

رب کے معنی ہیں مالک یا آقا۔ سورۃ یوسف[12] آیت 23 میں حضرت یوسف ﷺ کے عزیزِ مصر کے بارے میں یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ : اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ "بلاشبہ وہ میرا ایسا آقا ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے"۔

رب کے ایک اور معنی ہیں ضروریات پوری کرنے والا، پروان چڑھانے والا، پروردگار، پالن ہار۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رب ہے جو تمام مادی و روحانی ضروریات پوری فرماتا ہے۔

دونوں مفاہیم میں مطابقت یہ ہے کہ جو مالک ہوتا ہے وہی اپنی ملکیت کی تمام ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔

4. عالمین:

مادّہ: ع ل م عَلَمَ: نشان لگانا عَلَمٌ: جھنڈا (پہچان کا ذریعہ)

عَالَمٌ: جہان (اللہ کی پہچان کا ذریعہ) عَالَمِیْنَ عَالَمٌ کی جمع

عربی زبان میں ظرف سے مراد مظروف بھی ہوتا ہے لہٰذا عَالَمٌ کے دوسرے معنی ہیں جہان والے۔ سلیم الفطرت انسان میں ابتداءً شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں والدین کے لیے، پھر معاشرے کے دیگر افراد کے لیے، پھر مظاہرِ قدرت کے لیے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے لیے کہ اصلاً وہی رب العالمین ہے۔

آیت 2

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾

"وہ بہت زیادہ اور مسلسل رحم کرنے والا ہے"۔

1. رحمان:

مادّہ: ر ح م فعلان کا وزن - اس وزن کی خاصیت ہے جوش، ولولہ

رحمان کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والا۔

2. رحیم:

مادّہ: ر ح م فعیل کا وزن - اس وزن کی خاصیت ہے دوام و تسلسل

رحیم کے معنی ہیں مسلسل رحم کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت میں جوش بھی ہے اور دوام بھی۔ فرض کیجئے کسی حادثہ میں ایک معصوم بچے کے ماں اور باپ دونوں جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ اس بچہ کو دیکھ کر ہمیں ترس آتا ہے اور ہم اسے اُٹھا کر سینہ سے چمٹا لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا جوش ہے۔ اب مستقل مزاجی سے اُس بچہ کی پرورش کرنا رحمت کا دوام ہے۔

قرآنِ حکیم کے بالکل آغاز میں اللہ کا تعارف ربوبیت و رحمت کی صفات سے کرایا جارہا ہے۔ گویا اللہ اور بندے کا فطری تعلق خوف کے بجائے محبت کے جذبہ پر استوار ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان محسوس کرتا ہے کہ اللہ کی رحمت میں جوش بھی ہے جس کے تحت وہ درد کے ماروں کی پکار کو سن کر اُن کی فوری مدد فرماتا ہے اور اس کی رحمت مسلسل بھی ہے جس کے تحت وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں دونوں کی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے۔

آیت 3

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

"بدلے کے دن کا مالک ہے"۔

- **دین:**

مادّہ: د ی ن لغوی مفہوم: بدلہ ... اصطلاحی مفہوم: قانون، نظامِ اطاعت، اطاعت

ایک سلیم الفطرت انسان غور و فکر کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کارخانۂ قدرت میں کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ البتہ ہمارے باطن میں جو نیکی و بدی کا شعور ہے خارجی نتائج کے اعتبار سے بظاہر بامقصد نظر نہیں آتا۔ نیکی پر ہمیں مسرت اور بدی پر خلش محسوس ہوتی ہے لیکن دنیا میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا اپنی اپنی مناسبت سے نہ ملتی ہے اور نہ مل سکتی ہے۔ گویا یہ دنیا اخلاقی اعتبار سے نامکمل ہے۔ اللہ کی صفاتِ رحمت و عدل اور نیکی و بدی کے حوالے سے ہماری متضاد باطنی کیفیات کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا ہو جس میں نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کے تناسب سے بھرپور انعام اور ظالموں کو ان کی برائیوں کی مناسبت سے بھرپور سزا ملے۔ اس روز کوئی لین دین، سفارش اور رشتہ داری مجرموں کو مکافاتِ عمل سے نہ بچا سکے۔ یہ ہے توحید سے آخرت تک عقلی سفر۔ قرآنِ حکیم میں ان حقائق کو یوں بیان کیا گیا ہے:

i. دنیوی زندگی امتحان کے لیے ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملك67:2)

"وہ (ذات) کہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون عمل میں بہتر ہے"۔

ii. اعمال کا بدلہ روزِ قیامت ملے گا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ (آلِ عمران3:185)

"ہر شخص کو (بالآخر) موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔ (اُس دن) جو شخص دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو اِس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے"۔

iii. روزِ قیامت کل اختیار صرف اللہ کے پاس ہو گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المؤمن40:16)

"(اُس روز پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (تمام خلقت پکار اُٹھے گی) اللہ واحد قہار کی"۔

iv. روزِ قیامت کوئی تجارت، دوستی اور سفارش کام نہ آئے گی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ (البقرۃ2:254)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اِس کے کہ وہ (قیامت کا) دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی، نہ دوستی (کام آئے گی) اور نہ سفارش (چلے گی) اور (اِس حقیقت سے) انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں"۔

آیت 4

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ﴿۴﴾

"(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگیں گے۔

• عبادت:

- مادہ: ع ب د عَبۡدٌ کے معنی ہیں غلام۔
- عبادت کے معنی ہیں غلامی یعنی ہر وقت اور ہر معاملہ میں کسی کی اطاعت کرنا۔
- غلامی اور ملازمت کے فرق پر غور کرنے سے عبادت کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے۔
- اللہ کی عبادت سے مراد ہے زندگی کے ہر گوشے میں پورے ذوق و شوق کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کرنا۔ بقول حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ:

اَلۡعِبَادَۃُ تَجۡمَعُ اَصۡلَیۡنِ غَایَۃَ الۡحُبِّ مَعَ غَایَۃَ الذُّلِّ وَ الۡخُضُوۡعِ

"عبادت دو چیزوں کو جمع کرتی ہے یعنی انتہائی درجے کی محبت اور اس کے ساتھ مکمل طور پر عاجزی اختیار کرنا اور خود کو جھکا دینا"۔

عبادت = محبت قلبی (روح) + اطاعت کلی (جسم)

- قرآنِ حکیم میں 33 بار اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔
- قرآنِ حکیم میں اللہ کی عبادت کو جن و انس کا مقصدِ تخلیق قرار دیا گیا:

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ (الذّٰریٰت[51]:56)

"اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لیے"۔

ے
زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

- ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی:

یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ (الاعراف[7]:59،65،73،85)

"اے میری قوم (کے لوگو) اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری نوعِ انسانی کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا:

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۲۱﴾

(البقرۃ[2]:21)

"اے لوگو، عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان سب کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔

- عبادت کو محض عبادات سمجھ لیناعبادت کا نہ صرف محدود بلکہ مسخ شدہ تصور ہے۔

سورۃ یٰسٓ[36] آیت 60 میں فرمایا گیا کہ روزِ قیامت اللہ پوچھے گا:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ‌ۚ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ ﴿۶۰﴾

"اے اولادِ آدم! کیا ہم نے تمھیں تاکید نہیں کردی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

شیطان کی عبادت سے مراد عبادات نہیں ہو سکتیں۔سورۃ البینۃ[98] آیت 5 میں عبادات کا ذکر عبادت کے بعد علیحدہ سے کیا گیا ہے:

وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ ؕ‏ ﴿۵﴾ (البینۃ[98]:5)

"اور اُنہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، اُسی کی خالص اطاعت کے ساتھ (اور) بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔یہی درست (اور صحیح) دین ہے"۔

- **استعانت:**

مادّہ: ع و ن مدد مانگنا، تعاون طلب کرنا

- **عبادت اور استعانت کا تعلق:**

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الۡعِبَادَةِ(۱) "دعا (اللہ سے استعانت طلب کرنا) عبادت کا مغز ہے"۔

اَلدُّعَآءُ هُوَ الۡعِبَادَةِ(۲) "دعا ہی اصل عبادت ہے"۔

بغیر اللہ تعالیٰ کی استعانت کے عبادت یعنی زندگی کے ہر گوشے میں اللہ کی اطاعت ممکن نہیں۔ اسی لیے مسنون دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيۡ عَلٰى ذِكۡرِكَ وَ شُكۡرِكَ وَ حُسۡنِ عِبَادَتِكَ(۳)

"اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کے لیے"۔

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنۡ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي فَضۡلِ الدُّعَاءِ عن انس بن مالكؓ

(۲) سنن ترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنۡ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي فَضۡلِ الدُّعَاءِ عن النعمان بن بشیرؓ

(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصَّلَاةِ، باب فِي الِاسۡتِغۡفَارِ وَ سنن النسائی، کتاب السَّهۡوِ، باب نَوۡعٌ آخَرُ مِنَ الدُّعَاءِ، عَنۡ مُعَاذِ بۡنِ جَبَلٍؓ

- **آیت 4 کی خصوصی اہمیت:**

  - پہلی تین آیات میں اللہ کا ذکرِ غیابی ہے لیکن اس آیت میں ذکرِ خطابی یعنی اللہ سے براہِ راست ہمکلام ہونے کا بیان ہے۔
  - پہلی تین آیات میں توحید نظری کا اور اس آیت میں توحید عملی کا بیان ہے۔
  - ضمیرِ مخاطب 'كَ' کو مقدم کر کے شرک کی زوردار نفی کی گئی ہے۔
  - اس آیت میں جذبۂ شکر کے عبادت میں ڈھلنے کا بیان ہے۔
  - فعل مضارع کے اعتبار سے اس آیت کے دو تراجم کیے جا سکتے ہیں:

    i. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (ایک دعویٰ)

    ii. ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگیں گے (ایک وعدہ)

اہم نکتہ

عالمِ ظاہری میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا جائز ہے کیوں کہ اللہ اِس عالم سے ماوراء یعنی بالاتر ہے۔ البتہ صرف اللہ کے اِذن سے ہی کوئی مدد کر سکتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ توکل صرف اللہ ہی پر ہو اور استعانت کی طلب خوشامد کی شکل اختیار نہ کرے۔ ہمارے اعتبار سے اللہ عالمِ غیب میں ہے لہٰذا اُس عالم میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک ہے۔

آیت 5

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

"ہم کو چلا سیدھے راستے پر"

- **ہدایت:**

  مادّہ: ھ د ی ہدایت کا مفہوم ہے راہ نمائی۔ جس کی تین صورتیں ممکن ہیں:

  (i) سمجھا دینا (ii) اشارہ کر دینا (iii) ساتھ لے جا کر منزل تک پہنچا دینا

  ہدایت کا لفظ راہ نمائی کی تیسری صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

  - انسان زندگی کے آخری سانس تک ہدایت کا محتاج ہے کیوں کہ ہدایت کے بھی کئی درجات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى (محمد 47:17)

"وہ لوگ جنہوں نے ہدایت (کی راہ) اختیار کی، اللہ اُنہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے"۔

- حصولِ ہدایت کا یقینی ذریعہ ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت 29:69)

"اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے"۔

اقسامِ ہدایت:

i. فکری: فطرتِ انسانی میں ودیعت شدہ ہے۔ انبیاء کے ذریعہ یقین کا حصول اور اُمورِ غیبی کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

ii. عملی: انفرادی سطح پر نیکی اور بدی کا شعور فطرتِ انسانی میں موجود ہے:

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوۡرًا ﴿۳﴾ (الدّھر 76:3)

"ہم نے اُس کو راہ دکھادی، (اب) خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا"۔

فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰىهَا ﴿۸﴾ (الشمس 91:8)

"پھر اُس کی بدکرداری اور اُس کی پرہیزگاری کی اُس کو سمجھ دی"۔

انبیاء اسی ہدایت پر عمل کا ایک عملی اور متوازن نمونہ ہوتے ہیں۔

اجتماعی معاملات میں انسان کلی طور پر ہدایت کا محتاج ہے۔ مثلاً:

1. عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین
2. فرد اور اجتماعیت کے درمیان تعلق میں اعتدال
3. امیر اور مامورین کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین
4. سرمایہ اور محنت کے درمیان متوازن نسبت

تکمیلِ دین دراصل اجتماعی معاملات کے ضمن میں تکمیلِ ہدایت ہے۔

- ہدایت کی احتیاج ہی دراصل وحیٔ نبوت یعنی ایمان بالرسالت کی عقلی بنیاد ہے۔ انسان کی عقل غور و فکر کرتے کرتے تھک جاتی ہے اور انسان خود کو بے بس پاکر اللہ کے سامنے گھٹنے

ٹیک کر مزید راہ نمائی کے لیے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ انبیاءِ کرام پر نزولِ وحی نے نوعِ انسانی کی اس احتیاج کو پورا کر دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ[93] :7)

"اور (اے نبی ﷺ! اللہ نے) آپ کو حق کی تلاش میں بے چین پایا تو ہدایت دی"۔

حضرت سلمان فارسیؓ، ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل اور گوتم بدھ کی حق کی جستجو کی مثالیں اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

- ## صراطِ مستقیم:

- صراط کے معنی ہیں راستہ اور اس کی صفت ہے مستقیم جس کے معنی ہیں سیدھا ہونا۔ صراطِ مستقیم کو قرآنِ حکیم میں الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (طٰہٰ[20] :135) اور سَوَآءَ السَّبِيْلِ (القصص[28] :22) بھی کہا گیا ہے۔ مسندِ احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زمین پر ایک نقشہ بنا کر صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی جو سیدھا جنت میں لے جائے گا اور دیگر متفرق راستوں کی نشاندہی فرمائی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ الانعام[6] کی آیت 153 کی تلاوت فرمائی[(۱)]:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ

"اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ (اُن پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے"۔

- سورۃ الانعام[6] آیت 161 میں صراطِ مستقیم کی وضاحت دو اصطلاحات کے ذریعے کی گئی ہے:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۶۱

"(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے مجھے میرے رب نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے جو کہ خالص دین ہے اور طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جو بالکل یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے"۔

---

(۱) مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ، باب مُسْنَدُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍؓ

اس آیت کی روشنی میں **نظری طور** پر صراطِ مستقیم ہے دینِ قیّم یعنی خالص دین جس کی وضاحت سورۃ البینۃ[98] آیت 5 میں بیان کی گئی ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵

"اور اُنہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، اُسی کی خالص اطاعت کے ساتھ بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی ہے خالص دین"۔

اس طرح **عملی طور** پر صراطِ مستقیم ہے ملتِ ابراہیمؑ جس کی وضاحت سورۃ البقرۃ[2] آیات 130-131 میں کی گئی ہے:

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۳۰ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۳۱

"اور کون ہے جو ابراہیمؑ کے طریقے سے انحراف کرے مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور ہم نے تو اُنہیں دنیا میں بھی چن لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں شامل ہوں گے۔ (اُن کا معاملہ تو یہ تھا کہ) جب بھی اُن کے رب نے حکم دیا کہ اطاعت اختیار کرو تو وہ پکار اٹھے کہ میں نے رب العالمین کی اطاعت اختیار کی"۔

آیت 6

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

"راستہ اُن لوگوں کا جن پر (اے اللہ) تُو نے انعام کیا"

- **مُنْعَمِ عَلَيْهِمْ (انعام یافتہ لوگ):**

ایسے لوگوں کا ذکر سورۃ النساء[4] آیت 69 میں ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝۶۹

"اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو ایسے ہی لوگ (آخرت میں) اُن (مقبول بندوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں"۔

i. انبیاء: اللہ کے چنے ہوئے بندے۔نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا۔

ii. صدّیقین(Introverts): جن کا مزاج غور و فکر کرنے والا ہو۔

iii. شہداء(Extroverts): جن کے مزاج میں جوش اور حرکت ہو۔

iv. صالحین: نیک لوگ جو محنت سے صدیق و شہید کا درجہ پاتے ہیں۔

بعض رسول مزاج کے اعتبار سے صدیق تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کے بارے میں سورۃ مریم[19] آیت 41 میں آیا: اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اور اور بعض رسول شہید مزاج کے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے بارے میں سورۃ مریم[19] آیت 51 میں آیا وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپ بیک وقت صدیق بھی تھے اور شہید بھی(Ambiverts)۔

آیت 7

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۝

"(اے اللہ!) نہ تو اُن پر ناراض ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے"

- **مغضوب علیھم:**

اِن سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ایسے برے اعمال کیے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں (ا)۔ سورۃ البقرۃ[2] آیت 61 میں فرمایا گیا:

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

"اور آخر کار ذلت اور محتاجی اُن پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے"۔

سورۃ البقرۃ[2] آیت 90 اور سورۃ آل عمران[3] آیت 112 میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ موجودہ دور میں ہم مسلمان مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی عبرت ناک تصویر ہیں۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین!

- **ضالّین:**

یہ ضال کی جمع ہے جس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو گمراہ یعنی راہِ حق سے دور ہوں۔ حدیثِ

(ا) هٰؤُلَاءِ الْمَغْضُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَشَارَ إِلَى الْيَهُودِ (مسند احمد، کتاب مُسْنَدِ الْبَصْرِيِّينَ، باب حَدِيثُ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ، عَنْ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَقِيقٍ)

نبوی ﷺ ہے کہ ضالین سے مراد عیسائی ہیں[۱]۔ عیسائی بعض مغالطوں کی وجہ سے راہِ حق سے دور ہو گئے۔ انہوں نے محبت کی انتہا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا:

وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبة 9:30)

"اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔"

اسی طرح انہوں نے عمل کی انتہا میں رہبانیت اختیار کرلی:

وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (الحدید 57:27)

"اور رہبانیت (کی بدعت) انہوں نے (خود) شروع کی، ہم نے اُسے اُن پر واجب نہیں کیا تھا"۔

قرآنِ حکیم میں راہِ حق کے متلاشی کو بھی ضال کہا گیا ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ سورۃ الضُّحٰی 93 آیت 7 میں نبی کریم ﷺ اور سورۃ الشعراء 26 آیت 20 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے آیا ہے:

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضُّحٰی 93:7)

"اور (اے نبی ﷺ! اللہ نے) آپ کو حق کی تلاش میں بے چین پایا تو ہدایت دی"۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الشعراء 26:20)

"(موسیٰؑ نے) کہا، (واقعی) میں نے اُس وقت وہ کام کیا کیوں کہ میں خود ہدایت کا محتاج تھا"۔

- **آمین:**

سورۃ الفاتحۃ کی تلاوت کے اختتام پر آمین کہنا مسنون ہے۔ اس کے معنی ہیں "ایسا ہی ہو"۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ [۲]

"جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے"۔

ایک ایمان افروز حدیثِ قدسی

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ

---

(۱) هٰؤُلَاءِ الضَّالِّيْنَ يَعْنِي النَّصَارٰى (مسند احمد، کتاب مُسْنَدِ الْبَصْرِيِّيْنَ، باب حَدِيْثُ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ، عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍؓ)

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْأَذَانِ، باب جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ اِلَیَّ عَبْدِیْ فَاِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ هٰذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ[1]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو وہ ارشاد کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرے بندے کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا۔ تو جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکریہ ادا کیا اور جب وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے اور جب وہ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی اور ایک بار فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے تو جب بندہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حصہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ عطا کیا جو اس نے مانگا۔ پھر جب بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندہ کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا"۔

ے افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر اُٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصَّلَاۃِ، باب وُجُوبِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ وَاِنَّهُ إِذَا لَمْ یُحْسِنَ الْفَاتِحَۃَ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ

درسِ دوم: سورۃ آلِ عمران[3] آیات 190-195

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝١٩٠ الَّذِيْنَ
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٩١ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝١٩٢ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ
اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ
الْاَبْرَارِ ۝١٩٣ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ
الْمِيْعَادَ ۝١٩٤ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ
قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝١٩٥

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ دوم سورۃ آلِ عمران کی آیات 190 تا 195 پر مشتمل ہے۔
2. قرآنِ حکیم کی طویل سورتوں میں سے اکثر کے آغاز و اختتام پر انتہائی اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ آلِ عمران کی آیات 190 تا 195 بھی انتہائی اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کی تفسیر میں حسبِ ذیل روایات نقل کی ہیں:

i. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے۔ عائشہ! میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں

مجھے جانے دو، میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اللہ عزّوجل کی عبادت بھی کریں۔ اب آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، پھر رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی، پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہوگئی، پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کے لیے بلایا اور آپ ﷺ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلال میں کیوں نہ روؤں؟ مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ...)۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اسے پڑھے اور پھر اس پر غور وتدبّر نہ کرے"۔[1]

ii. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ جب آئے تو تھوڑی دیر تک تو آپ ﷺ حضرت میمونہ سے باتیں کرتے رہے پھر سوگئے۔ جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپ ﷺ اُٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے آخر سورۃ تک کی آیات تلاوت فرمائیں، پھر کھڑے ہوئے، مسواک کرکے وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی صبح کی اذان سُن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں۔ پھر مسجد میں تشریف لاکر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی"۔[2]

3. اِن آیات کا موضوع ہے حصولِ ایمانِ حقیقی اور اس کا خارجی مظہر۔ ایمان باللہ فطرت کی روشنی میں آیاتِ آفاقی وانفسی پر غور کرکے حاصل ہوتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ اِس حقیقت کے ادراک سے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کی ہر تخلیق بامقصد ہے لہٰذا ہمارے اندر ودیعت شدہ نیکی اور بدی کا شعور

---

(۱) صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب التوبۃ، عن عطاءؒ

(۲) صحیح البخاری، کتاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، باب قَوْلِهِ {إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ... } عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

جس کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں نکلتا، ایک ایسے روز نتیجہ خیز ہو گا جسے یوم الآخرۃ کہا جاتا ہے۔ ایمان بالرسالت یعنی رسولوں کی دعوت پر لبیک کہنے سے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ایمانِ حقیقی کا خارجی مظہر اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ہجرت جہاد اور تکالیف پر صبر کی صورت میں نظر آتا ہے۔

4. ان آیات میں ایمانِ حقیقی کے شعوری پہلو کا تذکرہ ہے۔ غیر شعوری ایمانِ حقیقی کو موروثی یا تقلیدی ایمان کہتے ہیں۔ شعوری ایمانِ حقیقی کو اکتسابی ایمان کہتے ہیں۔

شعوری ایمانِ حقیقی = ایمانِ عقلی + ایمانِ سمعی

ایمانِ عقلی آیاتِ آفاقی وانفسی پر غور وفکر اور ایمانِ سمعی نبی کی دعوت پر لبیک کہہ کر حاصل ہوتا ہے۔

5. آیات میں بیان شدہ مضامین کا تجزیہ حسبِ ذیل ہے:

آیت 190:	توحیدِ باری تعالیٰ (کائنات پر غور و فکر سے فطرت میں ودیعت شدہ حقائق کی شعور کی سطح پر آگہی اور ایمان باللہ تک رسائی)
آیات 191-192:	ایمان بالآخرت (توحید سے آخرت تک عقلی سفر)
آیات 193-194:	ایمان بالرسالت اور جامع دعائیں (نبی کی دعوت پر لبیک)
آیت 195:	ایمانِ حقیقی کے عملی مظاہر کا خارجی رخ

آیات پر غور و فکر

آیت 190

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ... بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں ... وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ ... اور شب و روز کے فرق اور بدلنے میں ... لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ یقیناً عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

- اختلاف کے معنی ہیں ایک دوسرے کے پیچھے آنا یا تاثیر میں فرق ہونا۔
- آیت کے معنی ہیں نشانی یعنی ایسی شے جس کو دیکھ کر بغیر کسی ارادی کوشش کے ذہن کسی دوسری شے کی طرف منتقل ہو جائے۔ کسی دوست کی تحفہ کے طور پر دی ہوئی نشانی انسان کے علم میں

اضافہ نہیں کرتی بلکہ اس دوست کی یاد دلاتی ہے۔

- اولوالالباب میں لفظ الباب جمع ہے لُبّ کی جس کے معنی ہیں کسی شے کا خلاصہ یا مغز۔ انسانی وجود کا خلاصہ عقل و شعور ہے۔ اصطلاحی طور پر لُبّ عقلِ سلیم کو کہتے ہیں۔ اولوالباب کے معنی ہیں عقلِ سلیم رکھنے والے۔ قرآنِ حکیم میں یہ الفاظ اللہ کے محبوب بندوں کے لیے آئے ہیں:

یُّؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ (البقرة 2:269)

"وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت مل گئی تو اُس نے بہت بڑی بھلائی پالی اور نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دانش مند ہیں"۔

الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ (الزمر 39:18)

"جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی عقل والے ہیں"۔

- اس آیت میں لفظ 'آیت' اس مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے کہ معرفتِ الٰہی انسان کی فطرت میں مضمر ہے اور وجودِ باری تعالیٰ کے ثبوت کے لیے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ فطرت پر بھول، غفلت یا ماحول کے اثرات کی وجہ سے پردے پڑ جاتے ہیں۔ آیاتِ آفاقی، آیاتِ انفسی اور آیاتِ قرآنی پر غور و فکر ان پردوں کو اٹھاتا ہے اور خوابیدہ حقائق کو بیدار (Activate) کر کے شعور کی سطح پر لاتا ہے۔ اس عمل کو تذکیر یعنی یاد دہانی کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَ اِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَ اِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَکِّرْ ۟ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ﴿۲۱﴾ (الغاشیة 88:17-21)

"تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ہیں، اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسا (عجیب) بلند کیا گیا ہے، اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسے (عجیب) جما دیئے گئے ہیں، اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسی (عجیب) پھیلا دی گئی ہے؟" اور تم نصیحت کیے جاؤ۔ تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔

سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ

(حٰمۤ السجدۃ[41]:53)

"عنقریب ہم اِن لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں آفاق میں (بھی) دکھائیں گے اور خود اُن کی ذات میں (بھی) یہاں تک کہ اِن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) واقعی برحق ہے"۔

وَفِى الۡاَرۡضِ اٰيٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِيۡنَۙ ۝٢٠ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ‌ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝٢١ (الذّٰریٰت[51]:20-21)

"اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ خود تمہاری ذات میں (بھی) کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟"

ع
حق مری دسترس سے باہر ہے — حق کے آثار دیکھتا ہوں میں
رداءِ لالہ و گل پردۂ مہ و انجم — جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا — از مہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

- مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو ایک سنگتراش کی حکایت کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ ایک سنگتراش نے پتھر تراش کر ایک شیر بنایا۔ اس کے بیٹے نے پوچھا: "بابا! آپ نے پتھر سے شیر کیسے بنا دیا؟" سنگتراش نے جواب دیا: "بیٹا میں نے شیر بنایا نہیں، شیر تو پتھر کے اندر موجود تھا، میں نے پتھر کھرچ کر اندر سے اسے نکال دیا ہے"۔ اسی طرح ایمان انسان کے باطن میں ہے اور آیات پر غور اسے شعور کی سطح پر لے آتا ہے۔
- اس آیت کی انتہائی عمدہ تفسیر سورۃ البقرۃ[2] کی آیت 164 ہے۔ اس آیت میں اولوالالباب کو قَوۡمٌ يَّعۡقِلُوۡنَ یعنی عقل مند لوگ کہا گیا ہے:

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۝١٦٤

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) کے سمندر میں رواں ہونے میں جن کے ذریعہ وہ (اللہ) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا

اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں"۔

- انسان جب مختلف مظاہرِ قدرت پر غور کرتا ہے تو اِن کی تاثیر اور اِن میں باہمی ربط اِس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ یہ سب مظاہر نہ صرف کسی ایک عظیم خالق کی مخلوق ہیں بلکہ اُسی کی تدبیر سے کمالِ ہم آہنگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ گویا آیاتِ آفاقی پر غور و فکر کا حاصل ہے معرفتِ الٰہی۔ اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ سڑک پر اگر کسی شے کے کچھ تھیلے آپ کو بکھرے ہوئے نظر آئیں تو آپ قیاس کریں گے کہ کسی گاڑی سے گر گئے ہیں۔ البتہ اگر یہی تھیلے کسی دائرے کی صورت میں ہوں تو آپ یہ ہی رائے قائم کریں گے کہ کسی نے سوچ سمجھ کر ان تھیلوں کو دائرے کی صورت میں رکھا ہے۔ اسی طرح کائنات کا یہ باقاعدہ اور مربوط نظام اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ہستی ہے جس نے ایک پُر حکمت تدبیر کے ساتھ اس کائنات کو بنایا، اس کے مختلف مظاہر میں تاثیر رکھی اور وہی ایک ضابطہ کے تحت کائنات کے نظام کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دہریہ یعنی وجودِ باری تعالیٰ کے منکر سے مناظرہ طے ہوا۔ آپ مناظرہ کے لیے تاخیر سے پہنچے۔ دہریہ نے اعتراض کیا کہ اللہ کو ماننے والے وقت کے پابند نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے راستے میں ایک دریا پڑتا ہے جسے عبور کرنے کے لیے فوری طور پر کشتی دستیاب نہ تھی۔ البتہ ہوا ایسے کہ میرے سامنے ایک درخت کٹا، اس کے تنے سے تختے بنے، تختوں نے باہم مل کر ایک کشتی کی صورت اختیار کی۔ کشتی میں دو چپو بھی کہیں سے آ گئے۔ کشتی خود ہی کنارے پر آ گئی۔ میں اُس میں بیٹھ گیا اور کشتی نے مجھے دوسرے کنارے پر اتارا۔ اس طرح مجھے یہاں آنے میں تاخیر ہو گئی۔ دہریہ نے کہا کہ یہ پوری داستان جھوٹ ہے۔ کشتی خود بن سکتی ہے نہ چل سکتی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جب ایک کشتی نہ خود بن سکتی ہے اور نہ خود چل سکتی ہے تو ذرا غور کرو کیا اتنی بڑی کائنات خود بخود بن گئی؟ کیا اس کائنات کا یہ مربوط نظام خود بخود چل

رہا ہے؟ ثابت ہوا کہ ایک خالقِ کائنات ہے جس نے اس کائنات کو بنایا اور وہی اِس کے نظام کو چند ضابطوں کے ساتھ چلا رہا ہے۔

آیات 191-192

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ ...جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں)اللہ کو یاد کرتے ہیں... وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ ...اور آسمان اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں... رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ ...(اور کہتے ہیں کہ)اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا... سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ تو پاک ہے پس بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے... رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَہٗ ؕ ...اے ہمارے رب جس کو تو نے آگ میں ڈالا اُسے تو رُسوا کر دیا تُو نے ... وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

- ذکر کے معنی ہیں اِسۡتِحۡضَارُ اللّٰہِ فِی الۡقَلۡبِ یعنی دل میں اللہ کو حاضر رکھنا۔ معرفتِ رب کے حصول کے بغیر انسان اور کائنات کی تخلیق، مقصد، آغاز، انجام اور خالق سے اِن کے تعلق کے بارے میں سوالات انسان کو بے چین کر دیتے ہیں۔ اِسے مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک شخص ریل گاڑی میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ کسی حادثہ کی وجہ سے اُس کی یاداشت ضائع ہو گئی۔ اب وہ شدید ذہنی اُلجھن کا شکار ہو گا کہ میں کہاں سے چلا تھا، کہاں جا رہا ہوں، اِس گاڑی میں لوگ کیوں چڑھ رہے ہیں اور کیوں اتر رہے ہیں؟ گویا معرفتِ رب کے بغیر انسان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ:

ے سنی حکایتِ ہستی تو در میاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر اور نہ انتہاء معلوم

کائنات کی تخلیق اور روز و شب کے نظام پر غور و فکر کے ذریعے معرفتِ رب کے حصول سے اس کائنات کی اُلجھی ہوئی ڈور کا سرا اولوالالباب کے ہاتھ آ جاتا ہے۔ اب وہ ہر حال میں رب کا ذکر کر کے اس ڈور کا سرا تھامے رہتے ہیں تا کہ کائنات کی بقیہ گتھیوں کو بھی سلجھا سکیں۔

- فکر کے معنی ہیں اِستِحضَارُ الْمَعرِفَتَیْنِ لِحُصُوْلِ الْمَعرِفَةِ الْاُخْرٰی یعنی دو چیزوں کو سامنے رکھ کر تیسری چیز کو پہچاننا۔
- ذکر اور فکر سلوکِ قرآنی کے دو اجزاء ہیں اور انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل کے حل تک رسائی ان دونوں کے بغیر ناممکن ہے بقول مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ:

ے
این قدر گفتیم باقی فکر کن — فکر اگر جامد بود، رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز — ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اور بقول اقبالؔ:

ے
جزبہ قرآں ضیغمی روباہی است — فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است
فقرِ قرآں؟ اختلاطِ ذکر و فکر — فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

اس دور کا المیہ ہے کہ اصحابِ فکر ذکر سے غافل اور اہلِ ذکر تفکر سے دور ہیں۔ رجالِ دین قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہیں لیکن حالات حاضرہ کے حوالے سے قرآن وحدیث کی روشنی میں عوام کو رہنمائی فراہم نہیں کر رہے۔ دانشور حضرات اخبارات ورسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ پر حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ تو کرتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں نہ مسائل کا سبب بتاتے ہیں اور نہ ہی علاج تجویز کرتے ہیں۔

- ذکر اور فکر کے نتیجہ میں کائنات کی ہر شے کی تخلیق بامقصد نظر آتی ہے:

ے
برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

البتہ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے برعکس خارج میں نیکی مظلوم اور بدی غالب دکھائی دیتی ہے۔ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ مکافاتِ عمل ہو یعنی نیکی کا بھرپور بدلہ اور بدی کی بھرپور سزا ملے۔ قرآنِ حکیم میں اِس حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنون[23]:115)

"کیا تم نے سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں (یوں ہی) بے مقصد پیدا کیا تھا اور یہ کہ تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے؟"

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ (القیامۃ 75:36)

"کیاانسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُس کو (بے مقصد) یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے؟"

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ (صٓ 75:28)

"کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل (بھی) کیے برابر کر دیں گے اُن کے جو زمین میں فساد مچانے والے ہیں؟ کیا ہم متقیوں کو برابر کر دیں گے نافرمانوں کے؟"۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ (القلم 68:35-36)

"کیا ہم (اپنے) فرماں بردار بندوں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

- سورۃ آلِ عمران آیت 192 سے رہنمائی ملتی ہے کہ اصل رسوائی قیامت کی رسوائی ہے اور ظالموں کے لیے اُس روز کوئی مددگار یعنی دوست یا شفاعت کرنے والا نہ ہو گا۔ شفاعتِ باطلہ کی یہ نفی، اللہ کی صفتِ عدل کا اظہار ہے۔

آیات 193-194

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ ... اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لیے پُکار رہا تھا ... اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ ... کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر ... فَاٰمَنَّا ... تو ہم ایمان لے آئے ... رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ... اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما ... وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا ... اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے دور فرما ... وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا ... رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ ... اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعے ... وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ... اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا ... اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

- معرفتِ الٰہی اور قانونِ مکافاتِ عمل کے تصور تک غور و فکر کے ذریعہ رسائی حاصل کرنے والوں تک جب کسی نبی کی دعوتِ ایمان پہنچتی ہے تو یہ لوگ اِس دعوت کو اپنے جذبات کی

ترجمانی سمجھتے ہیں اور والہانہ انداز میں اس بات پر لبیک کہتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص وضو کرکے نماز کے لیے تیار ہو اور اذان ہوتے ہی مسجد کی طرف چل دے۔اس کی سب سے نمایاں مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔اُن کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "میں نے جس کے سامنے بھی دعوت رکھی، اُس نے کچھ دیر کے لیے توقف ضرور کیا، سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ایک لمحہ کا توقف کیے بغیر فوراً میری تصدیق کردی"[1]۔ گویا اُن کا معاملہ یہ تھا کہ:

ے دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اور

ے نکلی تو ہے لبِ اقبالؔ سے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی دل محفل کا تڑپا بھی گئی

یہ در حقیقت صدیقین کی شان ہے۔ایمان کی اس تکمیل کے نتیجہ میں ان کے اندر پیدا ہونے والے ایمان افروز احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر ان آیات میں ایک عظیم دعا کی صورت دے دی گئی ہے:

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

"اے ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے دُور فرما اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا۔اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور قیامت کے دن ہمیں رسوانہ کرنا۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا"۔

یعنی اے اللہ! تیرا وعدہ برحق ہے ہمیں یہ فکر دامن گیر ہے کہ ہم وعدے کے مصداق قرار پاتے ہیں یا نہیں۔

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقي، باب من تقدم إسلامه من الصحابة

آیت 195

فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ... پس قبول کرلیا اُن کے رب نے اُن کی دعا کو... اَنِّىۡ لَاۤ اُضِيۡعُ
عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ... (اور فرمایا) میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا... مِّنۡ
ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى‌ ۚ... خواہ وہ مرد ہو یا عورت... بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ‌ ۚ... تم ایک دوسرے کی جنس
میں سے ہو... فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا... تو جن لوگوں نے ہجرت کی... وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ...
اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے... وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ... اور ستائے گئے میرے راستے میں...
وَقٰتَلُوۡا... اور انھوں نے جنگ کی... وَقُتِلُوۡا... اور قتل کیے گئے... لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ
سَيِّاٰتِهِمۡ... میں ضرور اُن سے اُن کے گناہ دُور کردوں گا... وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ ۚ... اور اُن کو ضرور داخل کروں گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں
... ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ... یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے... وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾
اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے۔

- اولوالالباب کا شعوری ایمان دعا و مناجات سے آگے بڑھ کر زندگی کا متحرک نظریہ بن جاتا ہے اور وہ حق کی بالادستی کے لیے ہجرت، جہاد، ایثار و قربانی اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آجاتے ہیں۔ ایسے سرفروشوں کی دعا اللہ ضرور قبول فرماتا ہے:

ے
افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

- "بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ" کے الفاظ اس بات کا اظہار ہیں کہ مرد کی طرح عورت کا بھی ایک جداگانہ اور آزاد اخلاقی تشخص ہے۔ مرد کو بحیثیت شوہر بیوی پر صرف خاندان کے نظام کو چلانے کے لیے ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔ بحیثیت انسان مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں کے لیے عمل کرنے اور آخرت میں بلند مراتب کے حصول کے یکساں امکانات ہیں۔ ممکن ہے کہ آخرت میں کوئی عورت اپنے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے اپنے شوہر سے بلند درجات حاصل کرلے۔
- 'ہجرت' اور گھروں سے اخراج جو بظاہر ہم معنیٰ نظر آتے ہیں یہاں ایک ہی آیت میں جمع

کر دیئے گئے ہیں۔اِس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں لفظ 'ہجرت' اپنے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ "کون سی ہجرت سب سے افضل ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟" آپ ﷺ نے فرمایا: اَنْ تَھْجُرَ مَا کَرِہَ رَبُّكَ "تم ہر اس عمل کو چھوڑ دو جو تمھارے رب کو ناپسند ہے"[۱]۔ گویا جب اپنے رب سے جڑنا ہے تو بتدریج ہر اس چیز سے کٹ جاؤ جو رب کو ناپسند ہے، حتّٰی کہ اگر گھر اور وطن کو خیر باد کہنا پڑے تو یہ بھی کر گزرو۔اس مقام پر مندرجہ ذیل حدیث کا حوالہ بھی مناسب رہے گا:

اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰہُ أَمَرَنِیْ بِھِنَّ بِالْجَمَاعَۃِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالْھِجْرَۃِ وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ[۲]

"میں تمھیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو"۔

- اپنے ایمان کا ایثار و قربانی کے ذریعہ عملی ثبوت دینے والوں سے اللہ نے بخشش اور اجر و ثواب کے انتہائی پختہ وعدے (فعل مضارع کے شروع میں ل اور آخر میں نونِ مشدّد لا کر) فرمائے ہیں۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ کے الفاظ میں رہنمائی ہے کہ " Never settle for less"، اپنی صلاحیتیں اللہ کے لیے لگاؤ، وہ بہترین قدردان اور اعلیٰ ترین بدلہ دینے والا ہے۔

(۱) سنن النسائی، کتاب الْبَیْعَۃِ، باب ھِجْرَۃُ الْبَادِی، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ

(۲) سنن الترمذی، کتاب الْأَمْثَالِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِی مَثَلِ الصَّلَاۃِ وَالصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ، مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الشَّامِیِّیْنَ، باب حَدِیْثُ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ، المستدرك علی الصحیحین للحاکم، کتاب العلم ... عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِیِّؓ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ سوم: سورۃالنور 24 رکوع 5

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ
يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ۳۵ فِیْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ
يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ ۳۶ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا
بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ
الْاَبْصَارُ ۙ ۳۷ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۳۸ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۙ ۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ
ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ
نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۴۰ ع

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ سوم سورۃالنور کے پانچویں رکوع پر مشتمل ہے۔
2. سورۃالنور مکی مدنی سورتوں کے تیسرے گروپ کی واحد مدنی سورۃ ہے جس کا جوڑا ہے چوتھے گروپ کی واحد مدنی سورۃ یعنی سورۃالاحزاب[33]۔ دونوں سورتوں میں مندرجہ ذیل اعتبارات سے مطابقت پائی جاتی ہے:

- زمانۂ نزول قریب ہے۔ غزوۂ احزاب کے بعد ۵ھ میں سورۃ الاحزاب 33 نازل ہوئی اور غزوۂ بنی مصطلق کے بعد ٦ھ میں سورۃ النور نازل ہوئی۔
- دونوں سورتوں میں رکوعوں کی تعداد مساوی یعنی 9 ہے۔
- دونوں سورتوں کا پانچواں رکوع 6 آیات (35-40) پر مشتمل اور انتہائی اہم ہے۔
- دونوں سورتوں کی آیت 35 ایمانِ حقیقی کے موضوع پر خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔
- دونوں سورتوں میں ایمانِ حقیقی کے عملی تقاضوں کا بیان ہے۔
- دونوں سورتوں میں سچے مومنوں کے کردار کو واضح کرنے کے لیے منافقین کے کردار کا بیان ہے کیوں کہ تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا "اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں"۔
- دونوں سورتوں میں منافقین کی طرف سے اٹھائے گئے جنسی بہتانوں (اسکینڈل) کا ذکر ہے۔ سورۃ الاحزاب 33 میں نبی اکرم ﷺ کے خلاف اور سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف۔
- دونوں سورتوں میں ستر و حجاب کے احکامات کا بیان ہے۔ سورۃ الاحزاب 33 میں گھر کے باہر کے پردے کا اور سورۃ النور میں گھر کے اندر کے پردے کا ذکر ہے۔

3. آیات کا تجزیہ:

آیت 35: ایمانِ حقیقی کے اجزائے ترکیبی کے لیے تمثیل

آیات 36-38: ایمانِ حقیقی کا داخلی مظہر: تعلق مع اللہ

آیت 39: ایمانِ حقیقی سے محروم لیکن ظاہری طور پر نیکیاں کرنے والے کے لیے تمثیل

آیت 40: ایمانِ حقیقی سے محروم اور ظاہری نیکی سے بھی تہی شخص کے لیے تمثیل

4. قرآن میں تمثیلات اور ان کا فلسفہ:

سورۃ النور کے پانچویں رکوع میں تین تمثیلات بیان ہوئی ہیں۔ بعض لطیف اور ماورائی حقائق ایسے ہیں جن کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ البتہ انسان کی ہدایت کے لیے اِن کا ایک اجمالی تصور دینا ضروری ہوتا ہے۔ اِس اجمالی تصور کے لیے آسمانی کتابوں میں ہمارے مشاہدات میں سے کوئی تمثیل بیان کر دی جاتی ہے۔ تمثیلات کا بیان ویسے تو تمام آسمانی کتابوں کا مشترکہ وصف ہے لیکن انجیل میں نہایت کثرت کے ساتھ اور حد درجہ معنی خیز تمثیلیں بیان ہوئی ہیں۔

آیات پر غور و فکر

آیت 35

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ... اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے... مَثَلُ نُوْرِهٖ ... اس کے نور کی مثال ایسی ہے... كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ... گویا ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے... اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ... چراغ ایک قندیل میں ہے... اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ... قندیل ایسی ہے جیسے کوئی چمکتا ہوا ستارا... يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ ... وہ (چراغ) جلایا جاتا ہے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے یعنی زیتون سے... لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ... جو نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف... يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ ... اُس کا تیل جلنے کو تیار ہے... وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ... خواہ اُسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو... نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ... روشنی پر روشنی ہے... يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ... اللہ اپنے نور کی ہدایت جس کو چاہتا ہے دیتا ہے... وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ... اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے ... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

- اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ میں "اُس کے نور" کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہاں ذاتِ باری تعالیٰ کی نہیں بلکہ اُس پر ایمان کی تمثیل بیان کی جارہی ہے۔ جس طرح مادّی نور ظاہری اشیاء کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے، اسی طرح ایمان ایک باطنی نور ہے جس سے اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ مسنون دعا ہے:

أَرِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ[۱]

"(اے اللہ!) ہمیں اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہے"۔

ؔ اے اہلِ نظر، ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

(۱) تفسیر الرازی، سورۃ الفاتحۃ، آیت 7

جس شخص کا اللہ پر ایمان نہیں اس کے لیے یہ کائنات عالمِ ظلمات ہے۔ اُسے اِس کائنات کی ابتداء کی خبر ہوگی نہ انتہا کی، نہ اپنے مقصدِ تخلیق کا علم ہوگا نہ مقصدِ کائنات کا، اُسے حقیقی خیر کا اندازہ ہوگا نہ شر کا، زندگی کے گوناں گوں مسائل میں کوئی رہنمائی دینے والا نہ ہوگا اور وہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا۔ مصائب اور پریشانیوں میں وہ خود کو تنہا و بے مددگار پائے گا۔ گویا اس کے لیے یہ کائنات اندھیر نگری اور چوپٹ راج ہے۔

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حَبْرُ الْاُمَّةِ (امت کے عالم) کا خطاب دیا، نے مَثَلُ نُوْرِہٖ کے بعد فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ (مومن کے دل میں) کے الفاظ محذوف مانے ہیں۔ گویا اس آیت میں بندۂ مومن کے دل میں نورِ ایمان کی موجودگی کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ نورِ ایمان سے معمور دل وہ آنکھیں رکھتا ہے جو اشیاء کی حقیقت کو دیکھ سکتی ہیں۔ اِسی لیے سورۃ الحج[22] آیت 46 میں نورِ ایمان سے محروم لوگوں کے لیے بیان کیا گیا:

لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾

"آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

- آیت نمبر 35 میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت درج ذیل ہے:

طاق	انسان کا سینہ
مصباح (چراغ)	نورِ ایمان
قندیل	انسان کا قلب
روغنِ زیتون	فطرتِ انسانی
آگ	نورِ وحی

- اس آیت میں بندۂ مومن کے دل کو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند قندیل سے تمثیل دی گئی ہے۔ اِس حوالے سے اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے:

آزاد کی دولت دلِ روشن نفسِ گرم
محکوم کا سرمایہ فقط دیدۂ نمناک

قرآنِ حکیم میں اس مقام پر دلِ زندہ کو زجاج سے اور سورۃ البقرۃ[2] آیت 74 میں دلِ سخت کو پتھر سے تمثیل دی گئی ہے:

ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً

"پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت"۔

اقبالؔ نے اِس حقیقت کو بہت خوب بیان کیا ہے:

ے جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

- ایسے درخت کے روغن میں جل اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے جو کسی باغ کے نہ شرقی حصہ میں ہو نہ غربی حصہ میں بلکہ وسط میں ہو اور پورا دن سورج سے تمازت حاصل کرتا رہے۔اِسی طرح شرقی و غربی کا تعصب انسان کی فطرت کو آلودہ کر دیتا ہے اور حق کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔بقول اقبالؔ:

ے درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلّی نہ صفاہاں نہ سمرقند

- حدیثِ مبارکہ ہے:

كُلُّ مَوۡلُوۡدٍ يُّوۡلَدُ عَلَى الۡفِطۡرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَ يُنَصِّرَانِهٖ وَ يُمَجِّسَانِهٖ(۱)

"ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین ہیں جو اُسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنادیتے ہیں"۔

انسان کی فطرت اگر سلامت ہو تو انسان کا دل بیدار ہوتا ہے اور نورِ وحی سے اُسی طرح جگمگا اٹھتا ہے جیسے صاف و شفاف تیل محض آگ کے قریب آنے سے جل اٹھتا ہے۔

اگر فطرت تکبر، تعصب، حسد، دنیوی مفادات یا گناہوں کی وجہ سے آلودہ ہو تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے:

كَلَّا بَلۡ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝۱۴ (المطفّفين[83]:14)

"ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ آگیا ہے اُن کے گناہ کرنے کی وجہ سے"۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الۡجَنَائِزِ، بَاب مَا قِيلَ فِي أَوۡلَادِ الۡمُشۡرِكِينَ، صحیح مسلم، کتاب الۡقَدَرِ، بَاب مَعۡنَى كُلِّ مَوۡلُودٍ يُولَدُ عَلَى الۡفِطۡرَةِ، عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ ؓ

دل پر سے زنگ ہٹانے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے جیسے عام تیل کو جلانے کے لیے جتن کرنے پڑتے ہیں یا واسطہ مہیا کرنا ہوتا ہے۔ دلوں کے زنگ کو اتارنے کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (۱)

"بے شک دل بھی زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا جب اُس پر پانی پڑتا ہے۔ پوچھا گیا دلوں کے زنگ کو اتارنے کا عمل کیا ہے؟ فرمایا! کثرت سے موت کو یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا"۔

سورۃ قٓ[50] آیت 37 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

"بے شک اِس (قرآن) میں نصیحت ہے اُس کے لیے جس کے پاس دل ہو یا وہ (اِسے) پوری توجہ کے ساتھ سنے"۔

گویا قرآن سے نصیحت کے حصول کے لیے دلِ زندہ ضروری ہے یا پھر توجہ سے قرآن سن کر دل کی آلودگی صاف کرنی پڑے گی۔ بقول شاعر ؎

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

- جن کی فطرت پر تکبر، تعصب، حسد، مفادات وغیرہ کے پردے پڑ چکے ہوں ان کے لیے ایک تمثیل سورۃ البقرۃ[2] آیات 17-18 میں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

"ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی نے (تاریک شب میں) آگ جلائی جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بینائی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے"۔

---

(۱) شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی إدمان تلاوة القرآن، عن ابن عمرؓ

- سورۃالنور کی آیت 35 میں نورِایمان کو دواجزاء کامرکب قرار دیا گیا ہے:

نورِایمان =نورِفطرت+ نورِوحی (نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ)

انبیاء کرامؑ اور صدیقین کا نورِ فطرت بالکل سلامت ہوتا ہے اور نورِوحی کے ذریعہ اُن کے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔اِس حقیقت کو سمجھ لینے سے قرآنِ حکیم کے ایک نازک مقام کا فہم حاصل ہو جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے فرمایا گیا:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ (الشوریٰ 42:52)

"اے نبی ﷺ! آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس (قرآن) کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بیشک اے نبی ﷺ اب آپ سیدھا رستہ دکھا رہے ہیں"۔

اِسی طرح صدیقین یعنی ایسے لوگ جو غوروفکر کرکے بعض حقائق تک رسائی حاصل کر چکے ہوں،اِن کا ایمان بھی نورِوحی سے مکمل ہو جاتا ہے۔اِن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ (الشوریٰ 42:13)

"اور جو اس (اللہ) کی طرف رجوع کرے (تو اللہ) اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے"۔

صدیقین کے حوالے سے حضرت سلمان فارسیؓ کی مثال بڑی ایمان افروز ہے۔

- آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ "اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے"۔تمثیلات کی ضرورت انسانوں کو ہے۔اللہ ہر شے کا ایسا علم رکھتا ہے جیسی کہ وہ ہے۔

آیات 36-37

فِيْ بُيُوْتٍ ... ان گھروں میں ... اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ ... جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ بلند کیے جائیں ... وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ ... اور وہاں اُس کے نام کا ذکر کیا جائے ... يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ اُن میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ایسے لوگ جنہیں ان کی تجارت اور لین دین غافل نہیں کرتے اللہ کے ذکر سے ... وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ ... اور نماز قائم کرنے سے ... وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ ... اور زکوۃ

دینے سے ... يَخَافُوْنَ يَوْمًا ... وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں... تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ جب اُلٹ دیے جائیں گے دل اور آنکھیں۔

- امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ بُيُوْتٍ کی وضاحت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اِن الفاظ میں بیان فرمائی:

اِنَّهَا الْمَسَاجِدُ الْمَخْصُوصَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى بِالْعِبَادَةِ وَ اِنَّهَا تُضِيءُ لِاَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تُضِيءُ النُّجُوْمُ لِاَهْلِ الْاَرْضِ

"یہ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں اور وہ آسمان والوں کو اُسی طرح چمکتی نظر آتی ہیں جیسے زمین والوں کو ستارے چمکتے نظر آتے ہیں"۔

- مساجد کے حوالے سے قرآن وسنت میں مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں:
  - مساجد کو بلند کیا جائے یعنی پوری بستی میں اللہ کا گھر باقی گھروں کے مقابلہ میں نمایاں ہونا چاہیے۔
  - مساجد کی تعظیم کی جائے۔
  - مساجد میں شور یا جھگڑا وغیرہ نہ کیا جائے۔
  - مساجد میں ایسی غذا کھا کر نہ آیا جائے جس سے منہ میں ناگوار بُو پیدا ہوتی ہو۔
  - مساجد میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔
  - مساجد میں کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔

وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (الجن 72:18)

"اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔

  - مساجد کو پاک وصاف رکھا جائے۔

وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ (البقرۃ 2:125)

"اور ہم نے عہد لیا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو"۔

سورۃ النور کی ان آیات میں بندۂ مومن کی سیرت وکردار کے داخلی رخ یعنی اللہ سے خصوصی تعلق کے مظاہر بیان کیے گئے ہیں۔ ان مظاہر میں مساجد سے محبت، تسبیح وذکرِ باری تعالیٰ، اِنابت الی اللہ

اور آخرت میں جواب دہی کے خوف کا شدت سے احساس شامل ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "مومن نیکی کرتا ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بھی بے فکر رہتا ہے"۔[1]

- مساجد کو آباد رکھنے والوں کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے قرآنِ حکیم میں دی ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبۃ9:18)

"اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں"۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر آیا ہے جن میں مساجد سے محبت کرنے والے بھی شامل ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ[2]

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اُس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا: عدل کرنے والا حکمران، وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں زندگی گزار رہا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اِسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے ہیں اور اِسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ وہ آدمی، جس کو منصب و جمال والی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ اِس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی، جس نے اِس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اِس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اُس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ وہ آدمی، جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے"۔

- آیت 37 میں تجارت اور بیع کے الفاظ آئے ہیں۔ تجارت سے مراد کاروبار اور بیع سے مراد وقتی سودا ہے۔ ذکر سے مراد احکاماتِ الٰہی کی بجا آوری ہے۔ گویا اللہ کے محبوب بندے گوشہ

---

(۱) الزهد والرقائق لابن المبارك، بَاب فضل ذكر الله عز وجل، رقم ۹۸۴

(۲) صحيح البخاری، كتاب الْأَذَانِ، بَاب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ، صحيح مسلم، كتاب الزَّكَاةِ، بَاب فَضْلِ إِخْفَاءِ الصَّدَقَةِ

نشین، تارک الدنیا زاہد یا راہب نہیں ہوتے بلکہ رزقِ حلال کمانے کے لیے محنت کرنے والے اور اس دوران احکاماتِ شریعت کی پابندی کرنے والے ہوتے ہیں۔

- سورۃ النور کی زیرِ مطالعہ آیات میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے داخلی رخ کو بیان کیا گیا۔ سورۃ آلِ عمران[3] آیت 195 میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے خارجی رخ کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَ اُوۡذُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَ قٰتَلُوۡا وَ قُتِلُوۡا لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ وَ لَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

"(اللہ نے فرمایا) میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میرے راستے میں اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کیے گئے میں ضرور ان کے گناہ دُور کردوں گا اور اُن کو ضرور داخل کروں گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے"۔

گویا بندۂ مومن کی سیرت و کردار کا خارجی رخ یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کے غلبے کے لیے قربانیاں دے رہا ہوتا ہے یعنی صبر، ہجرت، جہاد اور قتال کے مراحل طے کر رہا ہوتا ہے۔ بندۂ مومن کی شخصیت کے یہ دونوں پہلو صحابہ کرامؓ کے سیرت و کردار میں بہت نمایاں تھے۔ اِس حقیقت کی گواہی جنگ قادسیہ میں ایک ایرانی جاسوس نے اِن الفاظ میں دی کہ هُمۡ رُهۡبَانٌ بِالَّیۡلِ وَ فُرۡسَانٌ بِالنَّهَارِ[1] "وہ رات کے راہب ہیں اور دن کے شہسوار"۔

سورۃ الانفال[8] کی آیات 2-4 میں بندۂ مومن کی شخصیت کے باطنی پہلو اور آیت 74 میں بندۂ مومن کی شخصیت کے خارجی پہلو کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے:

---

(۱) الکامل فی التاریخ، کتاب ثم دخلت سنة ثلاث عشرة، بَاب ذکر وفاة أبي بکر، البداية والنهاية - (7 / 62)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

(الانفال[8]:2-4)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔ (اور) وہ نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے اللہ کے ہاں (بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال[8]:74)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جنگ کی اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی یہی سچے مومن ہیں، اُن کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

آیت 38

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا... تاکہ اللہ اُن کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے... وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ... اور اپنے فضل سے، زیادہ بھی عطا کرے... وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

- احسن کے دو مفہوم ہیں بہترین بدلہ یا انسان کے بہترین عمل کی مناسبت سے بدلہ۔
- اجر یا جزا سے مراد وہ بدلہ ہے جو انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ایک حساب کے مطابق دیا جائے گا۔ فضل اللہ کی خاص دین و عنایت ہے جو بے حساب اور بغیر کسی استحقاق کے بندوں کو عطا کیا جائے گا۔ اِس کو مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی شخص سے ایک کام کی اجرت دو سو روپے طے ہوئی۔ اُس نے کام وقت پر اور بہت عمدگی سے کیا تو اُسے آپ نے تین سو روپے دے دیئے۔ اِن تین سو روپے میں سے دو سو روپے اجر ہے اور ایک سو روپے فضل۔

آیت 39

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا ... اور جن لوگوں نے کفر کیا ... اَعۡمَالُہُمۡ ... اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے ... کَسَرَابٍۭ بِقِیۡعَۃٍ ... جیسے کسی چٹیل میدان میں سراب ... یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ... شدید پیاسا اُسے پانی سمجھے ... حَتّٰۤی اِذَا جَآءَہٗ ... یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آئے ... لَمۡ یَجِدۡہُ شَیۡئًا ... تو اُسے کچھ بھی نہ پائے ... وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ ... اور اللہ کو پائے اُس کے پاس ... فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ ... تو وہ اُسے اس کا حساب چُکا دے ... وَ اللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿ۙ۳۹﴾ اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

- اس آیت میں ایسے اعمال کے لیے تمثیل بیان کی گئی ہے جو کوئی شخص حالتِ کفر میں یا اخلاص کے بغیر کرتا ہے۔ آیت میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت اس طرح سے ہے:
  - ظَمْاٰنُ (انتہائی پیاسا) — نورِ ایمان سے محروم انسان
  - چٹیل میدان — میدانِ حشر
  - سراب (دکھاوے کا نور) — خلوص سے تہی اعمال
  - پانی — اعمال کا اچھا بدلہ

- اس طرح کے اعمال کے لیے تماثیل سورۃ ابراھیم[14] آیت 18 اور سورۃ الفرقان[25] آیت 23 میں بھی بیان کی گئی ہیں:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ اَعۡمَالُہُمۡ کَرَمَادِ ۣاشۡتَدَّتۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ یَوۡمٍ عَاصِفٍ

(ابراھیم 14:18)

"جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ تیز آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے (اور) اُسے اڑا لے جائے"۔

وَ قَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰہُ ہَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ﴿۲۳﴾ (الفرقان 25:23)

"اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف بڑھیں گے اور انہیں (ٹھوکر مار کر) کر دیں گے اڑتا ہوا غبار"۔

کسی مسلمان کے عمل میں اخلاص کا نہ ہونا در اصل ایمانِ حقیقی سے محرومی کی علامت ہے۔

سورۃ النساء[4] آیت 38 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ (النساء[4]:38)

"اور جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے وہ در حقیقت ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ ہی روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو وہ بُرا ساتھی ہے"۔

- وَ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ کی انتہائی مناسب وضاحت اِس حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے تین ریاکار اشخاص یعنی ایک شہید، ایک عالمِ دین اور ایک صدقہ کرنے والے کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اُن کے اعمال میں خلوص نہ ہونے کی وجہ سے اُنہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا(۱)۔

آیت 40

اَوْ كَظُلُمٰتٍ ... یا اندھیروں کی طرح ... فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ... کسی گہرے سمندر میں ... يَّغْشٰهُ مَوْجٌ ... جس پر چڑھی آتی ہو موج ... مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ ... اُس کے اُوپر ایک اور موج ... مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ... اُس کے اُوپر ہو بادل ... ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ ... اندھیروں پر اندھیرے ہیں ... اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ یہاں تک کہ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے ... لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ ... تو اُسے بھی نہ دیکھ سکے ... وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا ... اور جس کو اللہ روشنی نہ دے ... فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ اُس کے لیے کوئی روشنی نہیں۔

- اس آیت میں ایسے کردار کے لیے تمثیل ہے جو ایمان اور عمل دونوں سے محروم ہے۔ اندھیرے پر اندھیرے سے مراد ہے نہ نورِ ایمان ہے اور نہ ہی نورِ عمل۔
- اِس آیت میں گھمبیر تاریکی کے لیے تمثیل بیان کی گئی ہے۔ ایسی تاریکی جو سمندر کی گہرائی میں اُس وقت ہے جب کہ موج پر موج چڑھی آتی ہے اور آسمان پر بھی بادل ہیں تاکہ سورج یا چاند اور

(۱) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالمِ دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اوّل — نکات برائے درس و تدریس، درس دوم)

ستاروں کی چمک کے آنے کا بھی کوئی امکان نہ ہو۔اِس طرح کی تمثیل کوئی ایسا شخص بیان کر سکتا ہے جسے بحری اسفار کا وسیع تجربہ ہو۔کسی مستند روایت سے ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی کسی بحری سفر پر گئے، لہٰذا آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اس تمثیل کا بیان، قرآنِ حکیم کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے کا ثبوت ہے۔

- آیت کے آخر میں فرمایا "اور جس کو اللہ نور نہ دے اُس کے لیے کوئی نور نہیں"۔اللہ ہمیں اس محرومی سے محفوظ فرمائے (آمین!)۔آیئے اللہ سے مسنون دعائیں مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَن یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ- اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا (۱)

"اے اللہ! پیدا فرمادے نور میرے دل میں اور نور میری قبر میں اور نور میرے سامنے اور نور میرے پیچھے اور نور میرے دائیں طرف اور نور میرے بائیں طرف اور نور میرے اوپر اور نور میرے نیچے اور نور میرے کانوں میں اور نور میری آنکھوں میں اور نور میرے بالوں میں اور نور میری کھال میں اور نور میرے گوشت میں اور نور میرے خون میں اور نور میری ہڈیوں میں۔ اے اللہ! میرے لیے بڑھادے نور اور مجھے عطا فرما نور اور بنا دے میرے لیے نور ہی نور"۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْاِیْمَانِ

"اے اللہ ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرما"۔آمین!

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ مَا يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ إِلَى الصَّلَاةِ، عن ابْنِ عَبَّاسٍ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ چہارم: سورۃ التغابن 64

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ چہارم سورۃ التغابن پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ التغابن مکی - مدنی سورتوں کے چھٹے گروپ کی دس مدنی سورتوں میں شامل ہے۔ ان سورتوں میں حسبِ ذیل خصوصیات ہیں:
   - خطاب براہِ راست مسلمانوں سے ہے۔ کفار کا ذکر ہے بھی تو بطورِ عبرت۔
   - جھنجھوڑنے کا انداز بہت نمایاں ہے۔
   - اِن سورتوں میں اہم مضامینِ قرآن کے خلاصے بیان کیے گئے ہیں۔
3. اِس درس کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان۔ سورۃ التغابن ایمانِ حقیقی اور اِس کے ثمرات کے موضوع پر قرآنِ حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔
4. نظمِ قرآن کے اعتبار سے سورۃ التغابن ایک شاہکار سورۃ ہے۔ نظمِ قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی ہر سورۃ کا ایک خاص موضوع ہوتا ہے جو اِس سورۃ کا عمود کہلاتا ہے اور سورۃ کی ہر آیت عمود سے معنوی ربط رکھتی ہے۔ آیات کے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورۃ التغابن میں یہ اسلوب بہت نمایاں ہے:

   رکوعِ اوّل (10 آیات)　7 آیات (1 تا 7) - وضاحتِ ایمان
   　　3 آیات (8 تا 10) - دعوتِ ایمان
   رکوعِ دوم (8 آیات)　5 آیات (11 تا 15) - ایمان کے ثمرات و تقاضے
   　　3 آیات (16 تا 18) - ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

5. سورۃ التغابن، سورۃ المنافقون[63] کا جوڑا ہے۔ سورۃ المنافقون[63] کا موضوع ہے حقیقتِ نفاق جبکہ سورۃ التغابن کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان۔ نفاق در حقیقت کفرِ حقیقی ہے

جو ایمانِ حقیقی کی ضد ہے۔

آیات پر غور و فکر

رکوعِ اوّل

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝١ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۝٢ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ
الْمَصِيْرُ ۝٣ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۖ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ
يَّهْدُوْنَنَا ۖ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۗ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ۝٨ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ
صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝١٠

آیات کا تجزیہ:

- آیات 1-4: ایمان باللہ
- آیات 5-6: ایمان بالرسالت
- آیت 7: ایمان بالآخرت
- آیت 8: ایمان کی دعوت
- آیت 9: دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کے لیے انعامات

- آیت 10: دعوتِ ایمان قبول نہ کرنے والوں کا انجام

آیت 1

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ... اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور کرے گی ہر وہ شے جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ شے جو زمین میں ہے... لَهُ الْمُلْكُ... اُسی کی ہے بادشاہی... وَلَهُ الْحَمْدُ ۫... اور اُسی کے لیے ہے کل شکر... وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

- سَبَّحَ - يُسَبِّحُ کے لغوی معنی ہیں تیرانا یعنی کسی شے کو اس کے اصل مقام پر برقرار رکھنا اور اصطلاحی معنی ہیں پاکی بیان کرنا۔ تسبیحِ باری تعالیٰ سے مراد اِس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ اللہ ہر کمی، ہر عیب، ہر نقص، ہر احتیاج اور ہر کمزوری سے پاک ہے۔

- لفظ 'مَا' کے استعمال سے "کل مکان" (*Space*) کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان مدنی سورتوں میں تین بار ماضی کا صیغہ سَبَّحَ (سورۃ الحدید[57]، سورۃ الحشر[59]، سورۃ الصّف[61] کے آغاز میں) اور تین ہی بار مضارع کا صیغہ يُسَبِّحُ (سورۃ الجمعۃ[62] و سورۃ التغابن[64] کے آغاز اور سورۃ الحشر[59] کے آخر میں) استعمال کرکے "کل زمان" (*Time*) کا احاطہ کیا گیا ہے۔

- کائنات کی ہر شے زبانِ حال سے اپنے خالق کی صناعی اور کمالِ تخلیق کا اعلان تو کر ہی رہی ہے لیکن اسے اللہ نے قوتِ گویائی بھی دی ہے جس سے وہ تسبیحِ قولی بھی کر رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل[17]:44)

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوقات ان میں ہیں سب اُسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اُس کے شکر کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"۔

يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد[13]:13)

"آسمانی بجلیاں اور فرشتے سب اُس کے خوف سے اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں"۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۱۹

(صٓ[38]:18-19)

"ہم نے پہاڑوں کو ان (یعنی حضرت داؤدؑ) کے زیرِ فرمان کر دیا تھا کہ صبح و شام اُن کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی جمع کر کے۔ وہ سب کے سب حضرت داؤدؑ کے فرمانبردار تھے"۔

- لَهُ الْمُلْكُ سے مراد ہے کہ کائنات میں کل اختیار کا حق اللہ کا ہے اور بالفعل بھی اُسی کے پاس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (بنی اسرائیل[17]:111)

"اور اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے"۔

وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا (آل عمران[3]:83)

"آسمان و زمین میں ہر شے خوشی سے یا مجبوراً اُسی کی فرمانبردار ہے"۔

ہمارے پاس جو معمولی اور عارضی اختیار ہے وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اس اختیار کو بھی اس کی مرضی کے تابع کر دیں۔ یہ ہی توحیدِ عملی ہے۔

- حمد = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی تعریف جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)
- حدیثِ نبوی ﷺ ہے: اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهٗ (۱)

"کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ (معرفت الٰہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اُسے پُر کر دیتا ہے"۔

- عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ میں لفظ "کُل" ہمارے لیے پناہ ہے۔ ہم اللہ کی ذات کا ادراک تو کر ہی نہیں سکتے لیکن اس کی صفات کی بھی اصل کیفیت (Quality) اور کمیت (Quantity) ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ یہ الفاظ خاص طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تمام انسانوں کو اُن کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے خواہ اُن کی ہڈیاں کتنی ہی بوسیدہ کیوں نہ ہو گئی ہوں۔

آیت 2

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ... وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا ... فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ... پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن ... وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي عَقْدِ التَّسْبِيحِ بِالْيَدِ، عن ابن عمروؓ

خالق سب کا وہی ہے لیکن کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں۔چونکہ اِن سورتوں میں خطاب مسلمانوں سے ہے لہٰذا 'مِنْكُمْ' سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں کافر سے مراد منافق ہے۔"اللہ دیکھنے والا ہے" کے الفاظ ماننے والوں کے لیے دلجوئی اور ہمت افزائی کا باعث ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے تنبیہ کا اظہار ہیں۔ گویا اِن الفاظ میں اُخروی جزا و سزا کی طرف اشارہ ہے۔

آیت 3

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ... اور اُسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا با مقصد... وَ صَوَّرَكُمْ... اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں... فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ... اور کیا ہی عمدہ بنایا تمہاری صورتوں کو... وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اِس آیت میں "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" (آل عمران[3]:191) کا بیان مثبت انداز میں ہے۔خاص طور پر انسان کی تخلیق کی عظمت بیان کی گئی ہے۔بلاشبہ انسان تخلیق کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل[17]:70)

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم اُن کو بحر و بر میں اٹھائے پھرتے ہیں اور ہم نے اُن کو پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التین[95]:4)

"اور ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا"۔

انسان کے خاکی وجود کا ہر حصّہ تخلیقِ باری تعالیٰ کا شاہکار ہے لیکن انسان کی اصل عظمت اُس کا روحانی وجود ہے جس کی وجہ سے اُسے مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ (ص[38]:71-73)

"جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔تو جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تو سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے"۔

پھر کائنات کی ہر تخلیق بامقصد ہے تو اشرف المخلوقات انسان کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا:

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنون[23]:115)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ﴿ؕ۳۶﴾ (القیمة[75]:36)

"کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟"

انسان کا مقصدِ تخلیق ہے اللہ کی عبادت:

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ (الذّٰریٰت[51]:56)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں"۔

وَ اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ اس حوالے سے روزِ قیامت انسان سے باز پرس ہو گی۔

حدیثِ مبارکہ ہے:

فَإِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ وَالدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ (۱)

"پس بلاشبہ تم بنائے گئے ہو آخرت کے لیے اور دنیا بنائی گئی ہے تمہارے لیے"۔

آیت 4

یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ... وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ... وَ یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ؕ ... اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ... وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۴﴾ اور اللہ واقف ہے اُن رازوں سے جو سینوں میں ہیں۔

- اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے بیان پر یہ قرآنِ حکیم کی جامع ترین آیت ہے۔ یہاں تین سطحوں پر اللہ کی صفت علم کا بیان ہوا ہے:

1. اللہ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے:

(۱) شعب الإیمان للبیهقی، کتاب التاسع و الثلاثون من شعب الإیمان، فصل فیما یقول العاطس فی جواب التشمیت، 10185

وَ عِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ‌ؕ وَ يَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ‌ ؕ
وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا
رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝٥٩ (الانعام[6]:59)

"اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ بحر و بر میں ہے، وہ سب کا علم رکھتا ہے، اور (درخت سے) کوئی پتہ نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ اُسے جانتا ہے، اور زمین کی تاریکیوں (کے پردوں) میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی خشک و تر (چیز) ہے مگر (یہ کہ سب) ایک کتاب میں (درج) ہیں"۔

2. اللہ جانتا ہے ہر اس بات کو جسے انسان شعوری نیت و ارادے سے ظاہر کرتا ہے یا پوشیدہ رکھتا ہے۔
3. اللہ اُن باتوں کو بھی جانتا ہے جو ابھی انسان کے تحت الشعور (Sub-conscious) میں ہیں۔

- اللہ کی اِس صفت کے اعتبار سے کہ وہ ظاہر و پوشیدہ ہر شے کا جاننے والا ہے، سورۃ البقرۃ[2] کی آیت 284 اور سورۃ الرعد[13] کی آیات 8-10 بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ
يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ‌ؕ فَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝٢٨٤ (البقرۃ[2]:284)

"جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ‌ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ
عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ۝٨ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ ۝٩ سَوَآءٌ
مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ
بِالنَّهَارِ ۝١٠ (الرعد[13]:8-10)

"اللہ ہی اُس بچے سے واقف ہے جو ہر مؤنث کے رحم میں ہوتا ہے اور رحم کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر شے اپنی مقدار کے ساتھ اُس کے علم میں ہے۔ وہ ہر مخفی و ظاہر شے کا جاننے والا، سب سے بڑا اور عالی رتبہ ہے۔ (اُس کے نزدیک) برابر ہے کوئی تم میں

سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن میں کھلم کھلا چلے پھرے"۔

- ایمان بالآخرت کے حوالے سے شیطان یہ مغالطہ پیدا کرتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ہر انسان کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا اس طور سے بیان دراصل اِسی مغالطہ کا ازالہ ہے۔

آیت 5

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۫ ... کیا نہیں آگئی تم تک خبر اُن لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا ... فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ ... تو اُنہوں نے اپنے کیے کی سزا کا مزہ چکھ لیا ... وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

- انبیاء و مرسلین کے واقعات قرآنِ حکیم میں دو اسالیب سے بیان ہوئے ہیں:

1. قصص النبیین: انبیاء کے ذاتی حالات و محاسن کا بیان (جیسے سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ کا قصہ)
2. انباء الرسل: رسولوں کی اپنی قوموں کے ساتھ کشمکش کا بیان

اِس آیت میں انباء الرسل کا ذکر ہے جن کی تفاصیل سورۃ الاعراف[7]، سورۃ ھود[11] اور سورۃ الشعراء[26] میں بیان ہوئی ہیں۔

- الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سے مراد قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح، قومِ لوط، قومِ شعیب اور آلِ فرعون ہیں۔ اوّل الذکر تین اقوام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل اور مؤخر الذکر تین اقوام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد گزری ہیں۔
- فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ میں وبال سے مراد وہ عذاب ہیں جو مختلف اقوام پر دنیا ہی میں آئے یعنی قومِ نوح پر طوفان، قومِ ہود پر تیز آندھی، قومِ صالح اور قومِ شعیب پر زلزلہ، قومِ لوط علیہ السلام پر پتھروں کی بارش اور آلِ فرعون کا دریا میں غرق ہونا۔ سورۃ العنکبوت[29] آیت 40 میں عذاب کی ان تمام صورتوں کا ذکر ہے:

فَکُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِہٖ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡہُ الصَّیۡحَۃُ ۚ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِہِ الۡاَرۡضَ ۚ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظۡلِمَہُمۡ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ۝ (العنکبوت 29:40)

"تو ہم نے سب کو اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا، اُن میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے

پتھروں کی بارش برسائی اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے"۔

- فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ میں امر سے مراد وہ گناہ ہیں جن میں مختلف اقوام مبتلا رہیں۔ شرک کا گناہ تو متذکرہ بالا تمام اقوام ہی نے کیا۔ اضافی طور پر قومِ لوطؑ نے ہم جنس پرستی، قومِ شعیبؑ نے ناپ تول میں کمی اور رہزنی جبکہ آلِ فرعون نے بنی اسرائیل پر سیاسی جبر کے جرائم کا ارتکاب کیا۔
- عَذَابٌ اَلِيْمٌ سے آخرت کی سزا مراد ہے۔

آیت 6

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ... یہ اس لیے ہوا کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے ... فَقَالُوْٓا ... تو انہوں نے کہا ... اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ... کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے ... فَكَفَرُوْا ... پھر انہوں نے انکار کیا ... وَ تَوَلَّوْا ... اور منہ پھیر لیا ... وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ... اور اللہ بھی بے نیاز ہوا ... وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اور اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے۔

- رسالت کے حوالے سے ایک گمراہی بہت قدیم رہی ہے یعنی کسی انسان میں رسالت و بشریت کو ایک ساتھ قبول نہ کرنا۔ اس کی دو صورتیں رہیں:

1. جنھوں نے رسول کو بحیثیت بشر دیکھا، انہوں نے انہیں رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ قرآن میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل 17:94)

"اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو اُن کو ایمان لانے سے اِس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝

(المؤمنون 23:24)

"تواُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا، ہم نے اپنے پچھلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی تھی"۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾(المؤمنون[23]:33-34)

"توان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی، کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے، جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اُسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو اُسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو تم نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے"۔

2. جنھوں نے رسول مان لیا انہوں نے رسول کی بشریت سے انکار کیا۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا:

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۣابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ(التوبة[9]:30)

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں"۔

دونوں صورتوں کا نتیجہ رسول کی اطاعت واتباع سے فرار کی صورت میں نکلا۔

- **رسالت کے بارے میں قرآنِ حکیم کی رہنمائی:**
  - تمام رسول انسان تھے لیکن اللہ کے چنے ہوئے خاص بندے تھے:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ(ابراهيم[14]:11)

"رسولوں نے اُن سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے"۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ(الكهف[18]:110)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) فرما دیجئے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے"۔

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الانبیاء 21:7)

"اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں اُن سے پوچھ لو"۔

- رسول انسان اس لیے تھے کہ وہ انسانوں کے لیے نمونہ تھے:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل 17:95)

"(اے نبی ﷺ!) فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے (اور) آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم اُن کے پاس فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے"۔

- رسول اس معنی میں معصوم اور اللہ کی حفاظت میں تھے کہ ان کی خطائیں جانبِ خیر تھیں اور اللہ فوراً متوجہ فرما کر اصلاح کر دیتا تھا۔

- وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں۔ کوئی اسے مان لے تو اس کی بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور کوئی انکار کر دے تو اس کی جلالتِ شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

آیت 7

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... خوش فہمی ہے اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ... اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ... کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے ... قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ ... کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم ... لَتُبْعَثُنَّ ... تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ... ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ... اور پھر تمہیں ضرور بتا دیا جائے گا جو کچھ تم نے کیا ... وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ اور یہ (بات) اللہ کے لیے آسان ہے۔

- بَلٰى وَ رَبِّيْ کے الفاظ دراصل وقوعِ قیامت کے لیے دلیلِ خطابی کا درجہ رکھتے ہیں۔ قسم کے پس منظر میں دلیل آپ ﷺ کی مثالی سیرت اور کردار ہے۔ جوابِ قسم میں دلیل وقوعِ قیامت کے بارے میں آپ ﷺ کا یقینِ محکم ہے جسے فعل مضارع سے قبل لامِ تاکید اور آخر میں نونِ مشدّد لا کر انتہائی تاکیدی اسلوب میں ظاہر کیا گیا ہے۔
- وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ کے الفاظ وقوعِ قیامت پر دوسری دلیل ہیں۔

- اس آیت میں لفظ 'قُلْ' کے ذریعہ آپ ﷺ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کا مظہر آپ ﷺ کا ایک پُر حکمت خطبہ ہے:

اِنَّ الرَّآئِدَ لَا یَکْذِبُ اَھْلَہٗ وَ اللہِ لَوْ کَذَبْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا کَذَبْتُکُمْ وَلَوْ غَرَرْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَاغَرَرْتُکُمْ وَ اللہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکُمْ خَاصَّۃً وَاِلَی النَّاسِ کَافَّۃً وَ اللہِ لَتَمُوْتُنَّ کَمَا تَنَامُوْنَ ثُمَّ لَتُبْعَثُنَّ کَمَا تَسْتَیْقِظُوْنَ ثُمَّ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ثُمَّ لَتُجْزَوُنَّ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَ بِالسُّوْءِ سُوْءً وَ اِنَّھَا لَجَنَّۃٌ اَبَدًا اَوْ لَنَارٌ اَبَدًا[1]

"بے شک قافلہ کا رہبر قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) میں تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا تب بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ بولتا اور اگر تمام انسانوں کو فریب دیتا تب بھی تمہیں کبھی فریب نہ دیتا۔ قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف خصوصاً اور پوری نوعِ انسانی کی طرف عموماً۔ اللہ کی قسم! تم سب یقیناً مر جاؤ گے جیسے (روزانہ) سو جاتے ہو پھر یقینا اٹھائے جاؤ گے جیسے (ہر صبح) بیدار ہو جاتے ہو پھر لازماً تم سے حساب لیا جائے گا اس عمل کا جو تم کر رہے ہو اور پھر لازماً تمہیں بدلہ دیا جائے گا اچھائی کا اچھا بدلہ اور برائی کا برا بدلہ اور وہ جنت ہے ہمیشہ ہمیش کی یا آگ ہے ہمیشہ ہمیش کی"۔

آیت 8

فَاٰمِنُوْا بِاللہِ وَ رَسُوْلِہٖ... تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر... وَ النُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ... اور اُس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا... وَ اللہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ اور اللہ باخبر ہے اس عمل سے جو تم کر رہے ہو۔

- فَاٰمِنُوْا سے مراد یہ ہے کہ اب تک جو مضامین بیان ہوئے ہیں وہ تو حق ہیں ہی، تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ ان پر ایمان لے آؤ۔
- اللہ کی صفت 'خَبِیْرٌ' اس اسلوب پر آنے والی دیگر صفات مثلاً سَمِیْعٌ، بَصِیْرٌ، شَھِیْدٌ وغیرہ سے زیادہ جامع ہے۔ دیگر صفات وہ ذرائع ہیں جن سے حاصل ہونے والی معلومات پر غور و تجزیہ

(1) الکامل فی التاریخ (1/ 258) و السیرۃ الحلبیۃ (1/ 27)

سے صفت خبیر نتائج اخذ کرتی ہے۔

آیت 9

يَوۡمَ يَجۡمَعُكُمۡ لِيَوۡمِ الۡجَمۡعِ ... جس دن وہ تم کو جمع کرے گا یعنی جمع کرنے کے دن ... ذٰلِكَ يَوۡمُ التَّغَابُنِ ؕ ... وہ ہوگا ہار اور جیت کا دن ... وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ ... اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر ... وَ يَعۡمَلۡ صَالِحًا ... اور اُس نے نیک عمل کیے ... يُّكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ ... اللہ اُس سے اُس کی بُرائیاں دُور کر دے گا ... وَ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ... اور اُسے داخل کرے گا ان باغات میں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں ... خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ... رہیں گے اُن میں ہمیشہ ہمیش ... ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝ یہ ہی شاندار کامیابی ہے۔

- لفظ تغابن کے لغوی معنی ہیں کسی کا کسی کو نقصان پہنچانا اور اصطلاحی معنی ہیں ہار اور جیت۔ يَوۡمُ التَّغَابُنِ کے الفاظ اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا یعنی ڈرامہ ہے اور ہار اور جیت کا اصل دن آخرت کا دن ہے:

وَ مَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَهۡوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِىَ الۡحَيَوَانُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ (العنکبوت[29]:64)

"اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ (لوگ) سمجھتے"۔

اللہ نے ہر انسان میں دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ رکھا ہے۔ اِس جذبہ کے تحت ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے نکل کر اصل کامیابی یعنی فلاحِ اخروی حاصل کریں:

وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ (البقرۃ[2]:148)

"اور ہر ایک کا ایک نصب العین ہے جس کی طرف وہ رُخ کیے ہوئے ہے پس تم نیکیوں میں دوسروں پر سبقت لے جاؤ"۔

وَ سَارِعُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ جَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ ۙ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ۝ (آل عمران[3]:133)

"اور لپکو اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے

اور جو (اللہ کی نافرمانی سے) بچنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے"۔

حدیثِ نبوی ﷺ ہے :

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ (۱)

"عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور عمل کرے موت کے بعد کی زندگی کے لیے"۔

- حقیقی جیت اس کی ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اچھے اعمال کرتا ہے۔ یہاں صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے کیوں کہ بنیادی ایمان یہ ہی ہے۔

آیت 10

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا... اور جنہوں نے کفر کیا... وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ... اور ہماری آیات کو جھٹلایا... اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ... وہی ہیں اہلِ جہنم... خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ... ہمیشہ اُس میں رہیں گے... وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۠﴿۱۰﴾ اور وہ بُری جگہ ہے۔

- اصل ہار اس کی ہے جس نے کفر کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی۔
- کفر کے معنی ہیں اندر موجود حقیقت کو چھپانا یعنی باطن میں جس حق کی معرفت حاصل ہو چکی ہے، اس کا اظہار نہ کرنا۔ سورۃ النمل[27] آیت 14 میں آلِ فرعون کے بارے میں کہا گیا:

وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا

"اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے اُن (اللہ کی آیات) کا انکار کیا جبکہ وہ دلی طور پر اُن پر یقین کر چکے تھے"۔

- تکذیب کے معنی ہیں دعوتِ حق سامنے آنے پر اس کو جھٹلانا۔

اللہ ہم سب کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمائے اور روزِ قیامت کی ناکامی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

(۱) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ و سنن ابن ماجة، کتاب الزُّهْدِ، بَاب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهٗ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ

رکوع دوم

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ يَهۡدِ قَلۡبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ
عَلِيۡمٌ ⑪ وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ
الۡمُبِيۡنُ ⑫ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ⑬ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا
اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ وَ اَوۡلَادِكُمۡ عَدُوًّا لَّكُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ⑭ اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ
عَظِيۡمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ وَ اسۡمَعُوۡا وَ اَطِيۡعُوۡا وَ اَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَ
مَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ⑯ اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ
وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ⑰ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ⑱

آیات کا تجزیہ:

- آیات 11-13: فرد کی ذاتی زندگی پر ایمان کے اثرات
- آیات 14-15: علائقِ دنیوی کے بارے میں فرد کے نقطۂ نظر پر ایمان کے اثرات
- آیات 16-17: ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت
- آیت 18: توحید باری تعالیٰ کا بیان (اوّل و آخر توحید)

آیت 11

اللہ کی طرف سے وارد شدہ حالات کے بارے میں بندۂ مومن کا رویہ

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ ... کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی ... اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ... مگر اللہ کے حکم سے ... وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ ... اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے ... يَهۡدِ قَلۡبَهٗ ؕ ... وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے ... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ⑪ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

- مصیبت کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے وارد ہونے والی خوشگوار یا تکلیف دہ صورتِ حال۔ انسان چونکہ تکلیف دہ صورتِ حال کا زیادہ تاثر لیتا ہے لہٰذا عام طور پر یہ لفظ اسی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
- دنیا میں وارد ہونے والی ہر صورتِ حال اللہ کے ہی حکم سے پیش آتی ہے، اگرچہ ظاہر میں کچھ

اسباب اِس کی وجہ دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ اللہ کا اذن یا حکم اور ہے اور اس کی رضا اور۔ اچھے کام میں اُس کے اذن کے ساتھ ساتھ اُس کی رضا بھی شامل ہوتی ہے لیکن برے کام میں صرف اُس کا اذن شامل ہوتا ہے رضا نہیں۔

- "یَهۡدِ قَلۡبَهٗ" سے مراد ہے کہ وارد ہونے والے حادثات کے بارے میں بندۂ مومن کو اِن حقائق کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے کہ:

1. جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا (جو رب کرے سو ہو)
2. جو کچھ ہوا پہلے سے طے شدہ تھا:

مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِیۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ۚ﴿۲۲﴾ لِّكَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَكُمۡ وَ لَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ (الحدید[57]: 22-23)

"کوئی مصیبت نہیں پڑتی زمین پر اور خود تم پر مگر ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے قبل اس کے کہ ہم اُس کو ظاہر کریں (اور) یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔ تاکہ جو شے تم سے چھن جائے اُس پر افسوس نہ کرو اور جو تم کو اُس نے دیا ہو اُس پر اترایا نہ کرو"۔

3. جو کچھ ہوا اسی میں خیر ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِی الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۶﴾

(آل عمران[3]: 26)

"کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے"۔

قُلۡ لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوۡلٰىنَا ۚ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ ؕ وَ نَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ یُّصِیۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَیۡدِیۡنَا ۫ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ﴿۵۲﴾ (التوبة[9]: 51-52)

"کہہ دو کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اُس کے جو اللہ نے ہمارے لیے

لکھ دی ہو، وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں کس شے کے منتظر ہو سوائے دو بھلائیوں میں سے ایک کے اور ہم تمہارے حق میں اِس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے)۔ تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں"۔

حدیثِ مبارکہ ہے:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ[1]

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اُس کے ہر معاملے میں خیر ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، اگر اُسے نعمت ملے تو وہ شکر کرتا ہے پس یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اُسے تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرے پس یہ اُس کے لیے بہتر ہے"۔

4. اِس دنیا کی ہر راحت یا تکلیف عارضی ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (النحل[16]:96)

"جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے"۔

5. جو کچھ ہوا اس میں آزمائش ہے:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ (الفجر[89]:15-16)

"پس انسان (کا معاملہ عجیب ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے تو اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَاب الْمُؤْمِنُ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ، عَنْ صُهَيْبٍ

پروردگار نے مجھے ذلیل کیا"۔

وَ نَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَ الۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً ؕ وَ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۵﴾ (الانبیاء[21]:35)

"اور ہم تمہیں آزماتے ہیں شر اور خیر سے جو آزمائش کی صورتیں ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے"۔

6. آخرت میں جواب دہی کے حوالے سے وہ آزمائش نسبتاً آسان ہے جس میں کچھ لے لیا گیا ہو۔

مندرجہ بالا حقائق بندۂ مومن میں تسلیم ورضا کی کیفیت پیدا کرتے ہیں جو "زوالِ خوف و حزن" اور "ازالۂ یاس وحسرت" کا باعث ہوتی ہے۔اِس کے برعکس ایک عام انسان کی نگاہ صرف اسباب پر ہوتی ہے اور وہ اچھے یا برے حالات کا بہت زیادہ تاثر لیتا ہے:

وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ کَانَ یَـُٔوۡسًا ﴿۸۳﴾

(بنی اسرائیل[17]:83)

"اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو اعراض کرتا ہے اور پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے"۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ ہَلُوۡعًا ﴿ۙ۱۹﴾ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ﴿ۙ۲۰﴾ وَّ اِذَا مَسَّہُ الۡخَیۡرُ مَنُوۡعًا ﴿ۙ۲۱﴾

(المعارج[70]:19-21)

"کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے"۔

- حدیثِ مبارکہ ہے:

اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ(۱)

"اس شے کی حرص کرو جو تمہیں فائدہ دے اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو اور اگر تمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کرلیتا تو ایسا ہو جاتا۔البتہ یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا کیا کیوں کہ 'اگر' کا لفظ (کلمۂ لو) شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الْقَدَرِ، باب فِي الْأَمْرِ بِالْقُوَّةِ وَتَرْكِ الْعَجْزِ وَالِاسْتِعَانَةِ بِاللهِ وَتَفْوِيضِ الْمَقَادِيرِ لِلهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

ے رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

- تسلیم ورضا کی کیفیت کا مولانا محمد علی جوہر کے ان اشعار میں کیا خوب اظہار ہے جو انھوں نے اپنی بیٹی کے نام جیل سے لکھے تھے جب وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھی:

ع
میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں — تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
امتحاں سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا — جو ہر اِک حال میں امید سے معمور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو — نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

- اِس آیت میں کسی صدمہ پر فوری اور غیر اختیاری تاثر کی نفی نہیں بلکہ اُس مستقل تاثر کی نفی ہے جس سے زبان پر شکوہ اور دل میں رب سے بد گمانی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے اپنے صاحب زادے سیدنا ابراہیم کو نزع کے عالم میں دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل آئے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَينَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا (۱)

"آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل مغموم ہے لیکن زبان سے ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے"۔

- "وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" کا تعلق مسئلہ تقدیر (جو در حقیقت اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان رکھنے کا نام ہے) سے ہے جس کے دو اجزاء ہیں:

1. کائنات میں ہر کام اللہ ہی کے اذن سے ہوتا ہے۔
2. کائنات میں ہونے والے ہر کام کا اللہ کو پہلے ہی سے علم ہے۔

- راضی برضائے رب ہونا بندۂ مومن کی صفت ہے لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ:

1. ماضی سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔
2. مجرموں کو سزا نہ دی جائے۔
3. ظلم واستحصال کو تقدیر سمجھ کر اُن کے خلاف علمِ جہاد بلند نہ کیا جائے۔
4. ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْجَنَائِزِ، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ وَ صحیح مسلم، کتاب الْفَضَائِلِ، بَاب رَحْمَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّبْيَانَ وَالْعِيَالَ وَتَوَاضُعِهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ

آیت 12

بندۂ مومن کے ہاتھ سے صادر ہونے والے اعمال کا نقشہ

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ ...اور اطاعت کرو اللہ کی... وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ ...اور اطاعت کرو رسول کی ... فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ ...اگر تم منہ پھیر لوگے... فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ تو ہمارے رسول کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

- بندۂ مومن کا ہر ارادی فعل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھلا ہوتا ہے۔
- اطاعت کے معنی ہیں کسی کی بات غور سے سننا، اُس کو اہمیت دینا یا اُس کو مان کر عمل کرنا۔ یہ ایک جامع لفظ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام احکامات یعنی اوامر و نواہی (Do's & Dont's) پر عمل کو ظاہر کرتا ہے۔
- قرآنِ حکیم میں 11 بار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ایک وحدت ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء4:80)

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُسی نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اطاعت اصلاً اللہ کی لیکن عملاً رسول ﷺ کی ہوتی ہے کیوں کہ وہی اللہ کے نمائندے اور انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي (۱)

"جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی"۔

ایک متفق علیہ روایت میں میرے (مقرر کردہ) امیر کے بجائے صرف امیر کے الفاظ آئے ہیں (۲)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْأَحْكَامِ، بَاب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ {أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ}، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَاب يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ و صحیح مسلم، کتاب الْإِمَارَةِ، بَاب وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

- **اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت:**

1. اطاعتِ رسول ﷺ ایمانِ حقیقی کی نمایاں ترین ظاہری علامت ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ (النساء[4]:65)

"پس نہیں قسم ہے آپ ﷺ کے رب کی! یہ لوگ مومن نہیں ہیں جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ ﷺ کر دیں اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں"۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶

(الاحزاب[33]:36)

"اور جائز نہیں کسی مومن مرد اور عورت کے لیے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کوئی فیصلہ فرمادیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا"۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (۱)

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"۔

2. جنت میں داخلہ کے لیے اطاعتِ رسول ﷺ لازم ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى (۲)

"میرا ہر اُمتی جنت میں داخل ہو گا سوائے اُس کے جس نے انکار کیا۔ پوچھا گیا کون ہے جس نے انکار کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گیا اور جس

---

(۱) شرح السنة، کتاب الإیمان، باب رد البدع و الأهواء عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ

(۲) صحیح البخاری، کتاب الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، باب الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ

نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا"۔

3. اطاعتِ رسول ﷺ سے گریز نفاق کی علامت ہے۔ سورۃ النساء[4] میں بیان کیا گیاہے کہ تین اُمور منافقین پر بہت گراں تھے۔ ہجرت، قتال فی سبیل اللہ اور نبی اکرم ﷺ کی شخصی اطاعت۔ یہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ﷺ پر سب سے زیادہ تاکیدی آیات سورۃ النساء[4] میں آئی ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۧ (النساء[4]:59)

"مومنو! اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہیں اُن کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اُس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اِس کا انجام بھی اچھا ہے"۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء[4]:64)

"اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اِس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے"۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاۗءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء[4]:69)

"اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے"۔

سورۃ النساء[4] میں رسول ﷺ کی نافرمانی پر شدید وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں:

يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۧ (النساء[4]:42)

"اُس روز کافر اور رسول ﷺ کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش اُن کو زمین میں دفن کر کے مٹی برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے"۔

وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء[4]:115)

"اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (روزِ قیامت) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے"۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ
عَنۡکَ صُدُوۡدًا ﴿ۚ۶۱﴾ (النساء[4]: 61)

"اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور آؤ رسول ﷺ کی طرف تو آپ ﷺ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ سے اعراض کرتے اور رُکے جاتے ہیں"۔

موجودہ دور میں اطاعت رسول ﷺ سے فرار کا نتیجہ ،انکارِ سنت کے فتنہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سورۃ النساء[4] کی مذکورہ بالا آیت 61 منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس کا کامل اطلاق منکرین سنت پر بھی ہوتا ہے۔وہ بھی قرآن کی طرف آنے کو تیار ہیں لیکن سنت پر عمل سے گریز کرتے ہیں۔اس فتنہ کا اندیشہ نبی اکرم ﷺ نے مندرجہ ذیل احادیث میں ظاہر کیا تھا:

أَلَا إِنِّيْ أُوْتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ؛ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ (۱)

"سن لو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اِسی کی مانند ایک اور شے۔اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی آرام دہ مسند پر بیٹھ کر کہے کہ تم پر صرف قرآن کے حکم کی پابندی لازم ہے، جس شے کو اِس میں حلال پاؤ اِسے حلال سمجھو اور جس شے کو اِس میں حرام پاؤ اِسے حرام سمجھو"۔

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئاً عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِيْ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السُّنَّةِ، بَاب فی لزوم السُّنَّة، عن المقدام بن معدی کرب

أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ (١)

"ایسانہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو پاؤں کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اپنی آرام دہ مسند پر اور اُس کے پاس آئے کوئی حکم میرے احکامات میں سے جس میں، میں نے کسی بات کے کرنے کا کہا ہو یا کسی بات سے روکا ہو اور وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم تو اِسی بات کو مانیں گے جسے قرآن میں پائیں گے"۔

نوٹ: رسول ﷺ کا حکم قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کرتا البتہ اس کی وضاحت، اُس میں اضافہ یا اُس کو کسی خاص صورتِ حال کے لیے مخصوص کر سکتا ہے۔

- سورۃ النساء[4] کی آیت 59 میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اُولوالامر کی اطاعت کا حکم بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَطِيْعُوا اللهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

"اطاعت کر و اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن کی جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہوں"۔

اس آیت میں أَطِيْعُوا کے الفاظ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ آئے ہیں، أُولِي الْأَمْرِ کے ساتھ نہیں۔ گویا مطلق اطاعت صرف اللہ اور رسول ﷺ کی ہے اور اولوالامر کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (٢)

"مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اِس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو"۔

- نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کے لیے خلافت کے ادارے کا قیام ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں، آپ ﷺ کی اطاعت چار اُمور میں ہوتی تھی:

---

(١) سنن ابی داؤد، کتاب السُّنَّةِ، بَاب فی لزوم السُّنَّة، عن أبی رافعؓ

(٢) المعجم الکبیر للطبرانی، باب4، رقم14795 عن عمران بن حصین و سنن الترمذی، کتاب الجهاد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق

1. عبادات
2. معاملات
3. حق و باطل کی کشمکش کے دوران
4. باہمی نزاعات کے فیصلوں میں

آج صرف عبادات و معاملات میں اطاعتِ رسول ﷺ ممکن ہے۔ نظامِ خلافت کے دوران خلیفہ، رسول ﷺ کے نائب تھے اور آخری دو اُمور میں اُن کی اطاعت، اطاعتِ رسول ﷺ کے قائم مقام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ النور[24] آیت 55 میں اللہ نے مسلمانوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے لیکن اس سے قبل آیت 54 اور اس کے بعد آیت 56 میں اطاعتِ رسول ﷺ کا تذکرہ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (النور[24]:54-56)

"کہہ دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی۔ اگر تم منہ موڑو گے تو رسول ﷺ پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو اُنؐ کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم اُنؐ کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا رستہ پاؤ گے اور رسول ﷺ کے ذمے تو صاف صاف (احکامِ الٰہی کا) پہنچا دینا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کیلیے پسند کیا ہے غالب فرما دے گا اور خوف کے بعد اُن کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اِس کے بعد ناشکری کرے تو ایسے لوگ بد کردار ہیں اور نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے"۔

لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ خلافت کے ادارے کے قیام کے لیے جدوجہد کریں تاکہ اطاعت رسول ﷺ کے ضمن میں جو کمی ہے اس کے لیے روزِ قیامت رب کے حضور عذر پیش کر سکیں۔

- فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ سے مراد ہے کہ اگر تم نے اطاعت نہ کی تو اللہ کی خدائی میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف اور صرف واضح طور پر حق کو پہنچا دینا ہے۔
آیت کے اِس حصہ میں ہر داعی کے لیے رہنمائی ہے کہ اُس کا کام صرف دعوتِ حق پہنچانا ہے منوانا نہیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف[18]:29)

"اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے بر حق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے"۔

مندرجہ بالا حقیقت پیشِ نظر نہ ہو تو بعض اوقات داعی بات کو منوانے کے لیے مکمل حق بیان نہیں کرتا یا اپنے اصولوں کو توڑتا ہے۔

آیت 13

بندۂ مومن کا اسباب کے بارے میں طرزِ فکر

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ... اللہ (معبودِ بر حق ہے اُس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ... وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

- اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کلمۂ توحید ہے اور توحید کا لب لباب ہے اپنے معاملات اللہ کے حوالے کر کے اُسی کو وکیل بنا لینا یعنی اُسی پر توکل و اعتماد کرنا:

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴿۲﴾

(بنی اسرائیل[17]:2)

"اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی تھی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو وکیل نہ بنانا"۔

- بندۂ مومن کی تمام امیدیں اور توقعات اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں اور اُس کا بھروسہ اپنی محنت، ذہانت، منصوبہ بندی، فراہم کردہ اسباب اور مخلوقات پر نہیں بلکہ اللہ پر ہوتا ہے، کیوں کہ وہ یقین

رکھتا ہے کہ:

1. کائنات میں فاعلِ حقیقی اللہ ہے۔ بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ کام ہو نہیں سکتا جب تک اللہ کا اِذن نہ ہو۔ انسان کاسبِ اعمال ہے لیکن خالقِ اعمال اللہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ "اور اللہ نے بنایا تمہیں اور اُس عمل کو بھی جو تم کرتے ہو"۔ (الصّٰفّٰت 37: 96)
2. کائنات میں مؤثر حقیقی اللہ ہے۔ اشیاء میں تاثیر اُسی نے رکھی ہے اور جب چاہے اِس تاثیر کو ختم بھی کر سکتا ہے۔
3. اسباب اللہ کے پابند ہیں لیکن اللہ اسباب کا پابند نہیں ہے۔ وہ اسباب کے بغیر بھی جو چاہے کر سکتا ہے۔

- حسبِ ذیل آیات میں توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں بیان کی گئی ہیں:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ 9: 40)

"اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اُن ﷺ کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہوگا) جب اُنہیں کافروں نے شہر سے نکال دیا اور وہ دو (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود رسول اللہ ﷺ) میں سے ایک تھے، جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت رسول ﷺ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿61﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿62﴾ (الشعراء 26: 61-62)

"جب دونوں جماعتیں (فرعون کا لشکر اور بنو اسرائیل) آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لیے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا"۔

- توکل کے ذریعہ انسان ایک مضبوط سہارا تھام لیتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق 65: 3)

"اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو اللہ اُس کے لیے کافی ہے"۔

اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ‌ۖ وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾ (آل عمران[3]: 173)

"(جب) اُن سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکرِ کثیر) جمع کیا ہے، اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"۔

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

- حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (۱)

"جب تو سوال کر تو صرف اللہ سے سوال کر، جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا اور اگر وہ جمع ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا۔ قلم اٹھائے جا چکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں"۔

- توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ:

1. محنت نہ کی جائے۔
2. اسباب فراہم نہ کیے جائیں۔
3. بغیر اسباب فراہم کیے اللہ کو آزمایا جائے۔
4. حق و باطل کی کشمکش میں فیصلے اسباب کے اعتبار سے نہ کیے جائیں۔

توکل کے معنی ہیں اسباب فراہم کیے جائیں لیکن بھروسہ اسباب پر نہیں مسبّبُ الاسباب پر کیا جائے۔ (اونٹ کو باندھو پھر توکل کرو)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

آیت 14

بندۂ مومن کا بیوی اور اولاد کے ساتھ رویہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا...اے وہ لوگو جو ایمان لائے...**اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ**...بلاشبہ تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں...**فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ**...سو اُن سے ہوشیار رہو...**وَ اِنْ تَعْفُوْا**...اور اگر تم معاف کرتے رہو...**وَ تَصْفَحُوْا**...اور چشم پوشی کرتے رہو...**وَ تَغْفِرُوْا**...اور در گزر کرتے رہو...**فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴** تو بے شک اللہ بھی در گزر فرمانے والا مہربان ہے۔

- تمام رشتوں میں سب سے زیادہ محبت بیویوں اور اولاد سے ہوتی ہے:

  زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝۱۴ (آل عمران[3]:14)

  "لوگوں کے لیے محبوب کر دی گئی ہیں خواہشات کی محبت یعنی عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر، نشان لگے گھوڑے، مویشی اور کھیتیاں۔ (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے"۔

  یہ جبلی محبتیں ہیں جن کا حد سے بڑھنا انسان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ بیویوں اور اولاد کی جائز ضروریات و خواہشات پوری کرنا فرض ہے لیکن ضرورت اِس بات کی ہے کہ انسان ہر دم چوکنا رہے کہ اِس کے لیے کوئی خلافِ شرع کام نہ کر بیٹھے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے انسان کی اپنی عاقبت خراب ہو جائے۔

- بیویاں اور اولاد اکثر انسانوں کے معبود بن جاتے ہیں اور وہ اِن کی خاطر احکاماتِ خداوندی کو پامال کر دیتے ہیں لیکن سوچنا چاہیے کہ یہ تمام رشتے صرف دنیا کی حد تک ہیں اور روزِ قیامت اللہ کی نافرمانی کرنے والے رشتہ دار اور احباب ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سورۃ العنکبوت[29] آیت 25 میں ابراہیم علیہ السلام شرک کرنے کا سبب دنیوی محبتوں کو قرار دیتے ہیں:

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ (العنکبوت 29:25)

"اور ابراہیمؑ نے کہا کہ تم نے جو اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنالیا ہے تو یہ دنیا کی زندگی میں باہم محبت کی وجہ سے ہے (مگر) پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کروگے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجوگے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا"۔

یہ مضمون قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر بھی آیا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ (الزخرف 43:67)

"(جو آپس میں) دوست (ہیں) اُس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر تقوٰی اختیار کرنے والے (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)"۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَ لَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾

(المعارج 70:8-14)

"جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ اور پہاڑ (ایسے) جیسے (دھنکی ہوئی) رنگین اُون۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا، (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو دکھادیئے جائیں گے۔ (اُس روز) مجرم خواہش کرے گا کہ کسی طرح اُس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دیدے یعنی اپنا بیٹا، اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے لوگ زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ دیدے) اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑالے"۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ (عبس 80:34-37)

"اُس دن انسان اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اُس روز ایک ایسی فکر میں ہوگا جو اُسے دوسروں سے غافل کردے گی"۔

- اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ میں لفظ 'مِنْ' ظاہر کرتا ہے کہ تمام بیویاں اور اولاد دشمن نہیں ہیں۔

صالح بیوی کو حدیث میں "خَيْرُ الْمَتَاعِ"(۱) قرار دیا گیا ہے اور صالح اولاد "صدقۂ جاریہ" ہے۔

- آیت کے دوسرے حصہ میں توازن کے لیے تین مترادف الفاظ (تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا) استعمال کیے گئے تاکہ لفظ "عَدُوًّا" کی سختی کو Balance کیا جاسکے۔ عَفْو کے معنی ہیں ڈھیل دینا (اَعْفُوا اللِّحٰى(۲) "داڑھی بڑھاؤ")، صَفْحٌ کے معنی ہیں نظر انداز کرنا اور غَفْرٌ کے معنی چھپانا یا ڈھانپ لینا۔ مراد یہ ہے کہ گھر میں بڑی حکمت سے اصلاح کی کوشش کرتے رہو اور اسے میدانِ جنگ نہ بناؤ۔ ہر بات پر ٹوکا نہ کرو بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے رہو کیوں کہ اللہ بھی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ تم خود بھی طلب گار ہو کہ اللہ تمہیں معاف کر دے:

  وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (النور[24]:22)

  "اُن کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور در گزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے"۔

- اہلِ خانہ کی تربیت ایک تھانہ دار کی نہیں بلکہ ہمدرد کی حیثیت سے اور نرمی و سختی کے متوازن امتزاج کے ساتھ کرنی ہوگی۔ انسان بذاتِ خود شریعت کی پابندی کے حوالے سے چوکنا رہے لیکن اہل خانہ کی سوچ کو دینی بنانے کے لیے حکمت کے ساتھ اُن کی ذہن سازی کرتا رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: "سانپ کی مانند ہوشیار اور فاختہ کی مانند بے ضرر بنو"۔(۳)

آیت 15

بندۂ مومن کا مال اور اولاد کے بارے میں نقطۂ نظر

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ ... بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش کا ذریعہ ہیں... وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اور اللہ کے ہاں شاندار بدلہ ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ "اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ" (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرءۃ الصالحۃ)

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللِّبَاسِ، بَاب إِعْفَاءِ اللِّحَى، عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ

(۳) Matthew, Chapter: 10, Verse: 16

- مال اور اولاد کے بارے میں نقطۂ نظر اور خاص طور پر اولاد کے بارے میں منصوبہ بندی سے انسان کی اصل شخصیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ایک عام انسان مال اور اولاد کو Asset یعنی سرمایہ سمجھتا ہے لیکن بندۂ مومن انہیں Liabilities یعنی ایسی امانتیں سمجھتا ہے جن کے بارے میں بازپرس ہو گی اور وہ اِنہیں ایک ذریعہ آزمائش تصور کرتا ہے۔اِن ہی کی خاطر صلاحیتیں لگا کر اللہ کو ناراض بھی کیا جاسکتا ہے اور انہیں کو صدقہ جاریہ بنا کر اللہ کو راضی بھی کیا جاسکتا ہے۔
- مال و دولت کو نہ بڑھاپے کا سہارا سمجھنا چاہیے اور نہ اِن سے امید لگانی چاہیے۔ اُمید اللہ سے اور اِسی کی توفیق سے انجام دیئے گئے اعمالِ صالحہ سے لگانی چاہیے :

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ۝ (الکھف 18:46)

"مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو بہتر ہیں تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور امید لگانے کے اعتبار سے"۔

اللہ کے در کے سوا ہر شے سے مایوسی کا امکان ہے۔ہماری محنتوں کا سب سے بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔

آیت 16

ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ... سو جہاں تک ممکن ہو سکے اللہ کی نافرمانی سے بچو... وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا ... اور (اُس کے احکامات) سنو اور مانو... وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ ... اور (اُس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) بہتر ہے تمہارے حق میں... وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ ... اور جو شخص جی کے لالچ سے بچا لیا گیا... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

- اس آیت سمیت قرآنِ حکیم میں چار آیات ہیں جن میں چار چار باتوں کا حکم دے کر فلاح کی نوید دی گئی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آلِ عمران 3:200)

"اے اہلِ ایمان! ڈٹے رہو، استقامت میں کفار کا مقابلہ کرو، آپس میں مربوط رہو اور اللہ

کی نافرمانی سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۱۵۷ (الاعراف 7:157)

"وہ جو (محمد ﷺ) پر ایمان لائے اور اُن کی تعظیم کی اور اُن کی مدد کی اور جو نور (یعنی قرآن) اُنؐ کے ساتھ نازل کیا گیا اُس کی پیروی کی وہی کامیاب ہونے والے ہیں"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۷۷ (الحج 22:77)

"مومنو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

- سورۃ التغابن کی اِس آیت میں چار اہم اصطلاحات آئی ہیں:
  تقویٰ، سمع و طاعت، انفاق اور شح۔

تقویٰ:

- تقویٰ کے لغوی معنی ہیں بچنا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرة 2:24)

"پس بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے"۔

قِنَا کے معنی ہیں تو ہمیں بچا۔ اصطلاحی طور پر تقویٰ کے معنی ہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنا یا اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تقویٰ کی نہایت عمدہ وضاحت فرمائی:

سَاَلَ عُمَرُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ التَّقْوٰى، فَقَالَ لَهٗ اَمَا سَلَكْتَ طَرِيْقًا ذَا شَوْكٍ؟ قَالَ بَلٰى، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ؟ قَالَ شَمَّرْتُ وَ اجْتَهَدْتُّ، قَالَ فَذٰلِكَ التَّقْوٰى (۱)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ ایسے کسی راستہ سے گزرے ہیں جو کانٹے دار جھاڑیوں کے

(۱) تفسیر ابن کثیر، سورۃ البقرۃ

درمیان ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنا لباس سمیٹتا ہوں اور جسم کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی تقوٰی ہے"۔

تقوٰی دراصل ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان پر ہر وقت خدا خوفی اور اُخروی جواب دہی کا احساس طاری رہتا ہے۔ اسی کو قرآنِ حکیم میں "لِبَاسُ التَّقْوٰى" کہا گیا ہے(۱)۔

- قرآنِ حکیم میں جہاں بھی احکاماتِ شریعت بیان کیے گئے ہیں وہاں تقوٰی پر خصوصی زور دیا گیا ہے کیوں کہ بغیر تقوٰی کے احکاماتِ شریعت میں حیلوں کے ذریعہ چور دروازے نکال لیے جاتے ہیں۔ خاص طور پر خاندانی زندگی کی درستی کے لیے تقوٰی لازمی ہے۔ اِسی لیے سورۃ الطلاق[65] میں خاندانی زندگی کے حوالے سے رہنمائی کے دوران تقوٰی کے موضوع پر بڑی عظیم آیات بیان کی گئی ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ (الطلاق[65]:2)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کے لیے (مشکلات سے) بچاؤ کا راستہ نکال دیتا ہے"۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿۴﴾ (الطلاق[65]:4)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا"۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿۵﴾ (الطلاق[65]:5)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کی برائیاں معاف کر دے گا اور اُسے اجر عظیم عطا فرمائے گا"۔

خاندانی زندگی میں تقوٰی کی اِس اہمیت کے پیشِ نظر، خطبۂ نکاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی آیات تلاوت فرماتے تھے جن میں تقوٰی کا ذکر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

(آلِ عمران[3]:102)

"مومنو! اللہ کی نافرمانی سے ایسے بچو جیسے کہ اُس کی نافرمانی سے بچنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ

---

(۱) سورۃ الاعراف[7] آیت 26

مرنا مگر حالتِ فرمانبرداری میں"۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء[4]:1)

"اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے بچو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اُس سے اُس کا جوڑا بنایا پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور اُس اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو اور رحمی رشتہ داروں کا پاس رکھو۔ بے شک اللہ تم پر نگران ہے"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب[33]:70-71)

"مومنو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا"۔

- حدیثِ جبرائیل میں جسے "اُمُّ السُّنّة" کہا جاتا ہے، معرفتِ ربانی کے تین درجے اسلام ایمان اور احسان بیان کیے گئے ہیں[۱]۔ سورة المائدة[5] آیت 93 کے مطابق، اِن درجات کو حاصل کرنے کا ذریعہ تقوٰی ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدة[5]:93)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ (حرمت سے قبل ممنوع اشیاء) کھا چکے جب کہ وہ تقوٰی اختیار کر چکے پھر ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر مزید تقوٰی اختیار کیا اور ایمان لائے پھر مزید تقوٰی اختیار کیا اور احسان کی روش اختیار کی اور اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت کرتا ہے"۔

---

(۱) صحیح مسلم، كتاب الْإِيمَانِ، بَاب بَيَانِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَ الْإِحْسَانِ، عَنْ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِؓ

- تقویٰ ہی کے ذریعہ انسان کو اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات[49]: 13)

"اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبر دار ہے"۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿ۚ۶۲﴾ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿ؕ۶۳﴾

(یونس[10]: 62-63)

"سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ کسی غم سے دوچار ہوں گے۔ (یہ وہ ہیں) جو ایمان لائے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے"۔

- سورۃ آل عمران[3] آیت 102 میں فرمایا گیا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اُس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے"۔ اِس آیت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لرزادیا کہ کس کے لیے ممکن ہے کہ وہ اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرے جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ لہٰذا سورۃ التغابن[64] کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں سہولت دی گئی کہ اپنی امکانی حد تک اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اسی حقیقت کا اظہار قرآن میں بار بار "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا" (اللہ کسی شخص کو اُس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتا) کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ سورۃ آل عمران[3] میں اُصولی اور مقصودیعنی *Ideal* بات کا ذکر ہے جبکہ سورۃ التغابن[64] میں عملی یعنی *Practical* بات بیان کی گئی ہے۔ ہر انسان کی جیسی صلاحیت دنیا کے لیے لگ رہی ہے کم از کم ویسی ہی اللہ کی فرمانبرداری کے لیے بھی لگنی چاہیے۔

سمع وطاعت:

- سمع وطاعت ایک اہم دینی اصطلاح ہے جس کا بیان قرآنِ حکیم میں کئی مرتبہ آیا ہے۔

وَ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ٭۫ غُفۡرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۲۸۵﴾ (البقرۃ[2]: 285)

"وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے رب ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ مِیۡثَاقَہُ الَّذِیۡ وَاثَقَکُمۡ بِہٖۤ ۙ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا

(المائدۃ[5]: 7)

"اور اللہ نے تم پر جو احسان کیے ہیں اُن کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کے ذریعہ اُس نے

تمہیں پابند کر دیا، جب تم نے کہا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا"۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (النور 24: 51)

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ اُن میں فیصلہ کر دیں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

- دینِ اسلام ہمیں ہر اجتماعی ادارے میں سمع وطاعت کا نظم اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے بشرطیکہ اِس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی بغیر اجتماعیت کے ممکن نہیں اور اس اجتماعیت کے لیے بھی منصوص، مسنون اور ماثور اساس سمع و طاعت ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ أَمَرَنِيْ بِهِنَّ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1]

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو"۔

- نظامِ خلافت کی عدم موجودگی میں قرآن و حدیث کے اِس حکم پر عمل کے لیے ایسی اجتماعیت میں شرکت لازم ہے جس کا نظم سمع وطاعت کی اساس پر ہو۔
- سمع و طاعت کے حکم پر عمل کے لیے نبی اکرم ﷺ نے بیعتِ سمع و طاعت کی سنت جاری فرمائی ورنہ بحیثیت نبی آپ ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرنا لازم تھا اور اِس کے لیے بیعت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ ایک مضبوط اور مثالی نظم کے قیام کے لیے بیعتِ سمع وطاعت کے حسبِ ذیل مسنون الفاظ عظیم رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ

(۱) سنن الترمذی، کتاب الْأَمْثَالِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي مَثَلِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَ الصَّدَقَةِ، مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الشَّامِيِّيْنَ، باب حَدِيثُ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ، المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب كتاب العلم، عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ

وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰی اَلاَّ نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَه وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (۱)

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی سننے اور ماننے کی، تنگی میں اور آسانی میں، دلی آمادگی اور ناگواری میں اور خواہ کسی کو ہم پر ترجیح دے دی جائے اور ہم ذمہ دار حضرات سے نہیں جھگڑیں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق بات ضرور کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھیں گے"۔

انفاق:

- انفاق کے معنی ہیں کسی شے کو خرچ کرنا یا کھپا دینا۔ جب یہ خرچ اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کسی کارِ خیر کے لیے کیا جاتا ہے تو اِسے انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ وسیع مفہوم میں انفاق صرف مال خرچ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ہر اُس شے کو خرچ کرنے کے لیے آتا ہے جس پر انسان کو اختیار حاصل ہو۔ گویا مال کے علاوہ جسمانی صلاحیت، اولاد، املاک وغیرہ کو اللہ کی راہ میں لگانا بھی انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (الحدید[57]:7)

"اور خرچ کرو ہر اُس شے میں سے جس پر تمہیں خلافت یعنی عارضی اختیار دیا گیا ہے"۔

گویا یہ لفظ جہاد ہی کا مترادف ہے۔ انفاق کے موضوع پر سورۃ البقرۃ[2] کے رکوع 36 اور 37 پورے قرآنِ حکیم میں نقطۂ عروج ہیں۔

- انفاق علاج ہے نفاق یا منافقت کا۔ سورۃ المنافقون[63] آیت 10 میں فرمایا گیا:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (المنٰفقون[63]:10)

"اور ہم نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا"۔

---

(۱) صحيح البخاری، كتاب الْأَحْكَامِ، باب كَيْفَ يُبَايِعُ الْإِمَامُ النَّاسَ، و صحيح مسلم، كتاب الْإِمَارَةِ، باب وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ ... عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ

نفاق ضد ہے ایمانِ حقیقی کی۔ دوسرے الفاظ میں ایمانِ حقیقی (جو کہ اس سورۃ کا موضوع ہے) کے حصول کا ذریعہ انفاق ہے۔

- مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ محفوظ ہو جاتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ ہیں:

"اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو، جہاں کیڑا بھی خراب کرتا ہے اور زنگ بھی اور چوری کا بھی خوف ہوتا ہے بلکہ اپنا مال آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ زنگ اور نہ ہی چوری کا خوف ہے کیوں کہ جہاں تمہارا مال ہو گا وہیں تمہارا دل ہو گا"۔[۱]

- وَ اَنۡفِقُوۡا خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِکُمۡ کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ انفاقِ مال کا فائدہ اجرآخرت کی صورت میں انسان ہی کو ملے گا کیونکہ یہ مال اللہ کے ہاں محفوظ ہو گیا:

عائِشَةَ عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ: بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا[۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "بکری میں سے کیا بچا؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کچھ نہیں بچا سوائے ایک دستی کے (یعنی ایک دستی کے سوا پوری بکری اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پوری بکری بچ گئی سوائے اِس دستی کے"۔

شُحّ:

- یہ لفظ تنگ نظری، تنگ دلی اور کم حوصلگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر اسے بخل کا ہم معنی لفظ سمجھ لیا جاتا ہے لیکن یہ بخل سے وسیع بلکہ بخل، حرص، حسد، کینہ جیسی کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں:

1. اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ[۳]

"شح سے بچو کیوں کہ شح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اِسی نے اُن کو ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے حلال کر لینے پر اُکسایا"۔

---

(۱) Matthew, Chapter: 6, Verses: 19-21

(۲) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ

(۳) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِيمِ الظُّلْمِ... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

2. لَا يَجْتَمِعُ شُحٌّ وَإِيمَانٌ فِيْ قَلْبِ رَجُلٍ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِيْ وَجْهِ عَبْدٍ (۱)

"نہیں جمع ہو سکتے شح اور ایمان ایک شخص کے دل میں اور اللہ کی راہ میں پڑنے والی گرد اور جہنم کا دھواں ایک بندے کے چہرے پر"۔

3. ثَلَاثٌ مُّنْجِيَاتٌ ، وَثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ ، فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ، وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوًى مُّتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُّطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ (۲)

"تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں، اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کرنے والی ہیں، پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں:

i. خوفِ خدا خلوت میں اور جلوت میں (یعنی ظاہر میں اور باطن میں)
ii. حق بات کہنا خوشی میں اور غصّہ میں
iii. میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں

اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں:

i. وہ خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے
ii. جی کی وہ لالچ (شح) جس کی اطاعت کی جائے
iii. آدمی کی خود پسندی کی عادت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے"۔

- طواف کے دوران ایک صحابی رضی اللہ عنہ مسلسل دعا کر رہے تھے کہ اَللّٰھُمَّ قِنِيْ شُحَّ نَفْسِيْ "اے اللہ مجھے بچالے جی کے لالچ سے"۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف ایک ہی دُعا مانگ رہے ہیں، آخر کیوں؟ اُنہوں نے جواب دیا: کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (۳)

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
(۲) شعب الإيمان للبيهقى، كتاب التاسع و الثلاثون من شعب الإيمان، فصل فى الطبع على القلب أو الرين، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه
(۳) أخبار مكة للفاكهى، كتاب ذكر ما يقال فى الطواف و تفسير ذلك، باب إذا و قيت شح نفسى و قيت السرقة و الخيانة، 396

آیت 17

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ... اگر تم اللہ کو دو گے بہترین قرض ... یُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ ... تو وہ تم کو اس کا کئی گنا دے گا ... وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ ... اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا ... وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿۱۷﴾ اور اللہ بہت قدر دان ہے بُردبار ہے۔

- انفاق فی سبیل اللہ کے لیے دو مدات ہیں۔ بندوں کی احتیاج پوری کرنے کے لیے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اسے "صدقہ" کہا جاتا ہے اور اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبے کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کو "قرضِ حسنہ"۔ ایسے مال کے لیے اللہ بڑھا چڑھا کر لوٹانے اور اس کی وجہ سے گناہوں کو معاف فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔
- شکور کی صفت بندہ کے لیے آئے تو معنی ہوں گے احسان مند اور اللہ کے لیے آئے تو معنی ہوں گے قدردان۔ حلیم کے معنی ہیں بردبار۔ فرماں برداروں کے لیے اللہ شکور یعنی بہترین قدردان ہے اور نافرمانوں کے لیے حلیم ہے یعنی انہیں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اصلاح کی مہلت دیتا ہے۔

آیت 18

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَةِ ... وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے ... الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۱۸﴾ زبردست ہے کمالِ حکمت والا۔

- ظاہر اور پوشیدہ کی تقسیم ہمارے لیے ہے اللہ کے لیے سب برابر ہے۔ اِس سورۃ کا موضوع ہے ایمانِ حقیقی جو کہ ایک باطنی حقیقت ہے۔ اللہ ہی بخوبی جانتا ہے کہ کون واقعی صاحب ایمان ہے اور خلوص کے ساتھ عمل کرنے والا ہے۔
- اللہ عزیز ہے یعنی کل اختیار رکھتا ہے لیکن وہ حکیم بھی ہے یعنی اپنے اختیار کو کمالِ حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ پنجم: سورۃ القیامہ 75

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿١﴾ وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿٢﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَّجْمَعَ
عِظَامَهٗ ؕ﴿٣﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى أَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ
أَمَامَهٗ ۚ﴿٥﴾ يَسْـَٔلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿٦﴾ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿٧﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿٨﴾ وَجُمِعَ
الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿٩﴾ يَقُوْلُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿١١﴾ إِلٰى رَبِّكَ
يَوْمَئِذِ ۣالْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ؕ﴿١٣﴾ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ
بَصِيْرَةٌ ۙ﴿١٤﴾ وَّلَوْ أَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ﴿١٥﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ﴿١٦﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ
قُرْاٰنَهٗ ۚۖ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ ۙ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿٢٢﴾ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ
يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۙ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ﴿٢٥﴾ كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ
مَنْ ٜ رَاقٍ ۙ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ﴿٢٩﴾ إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ
ۣالْمَسَاقُ ؕ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰٓى أَهْلِهٖ
يَتَمَطّٰى ؕ﴿٣٣﴾ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ۙ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ؕ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُّتْرَكَ
سُدًى ؕ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ
الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ؕ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يُّحْـِۧيَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ پنجم سورۃ القیامۃ پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ القیامۃ کا موضوع ہے "وقوعِ قیامت"۔ اس سورۃ میں وقوعِ قیامت کے دلائل،

قیامت کی علامات اور اس کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ سورۃ القیامۃ قرآنِ حکیم کی ان چند سورتوں میں سے ہے جن کے نام اور مضمون میں مطابقت پائی جاتی ہے۔

3. موضوع کی اہمیت:

ایمانیات میں سے بنیادی اہمیت ایمان باللہ کو حاصل ہے۔ قانونی و فقہی طور پر اہمیت کا حامل ایمان بالرسالت ہے یعنی مسلمان صرف وہی ہے جو رسول کی بیان کردہ تمام تعلیمات پر ایمان لانے کا اقرار کرے۔ عملی اعتبار سے مؤثر ترین ایمان، ایمان بالآخرت ہے۔ انسان کے عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز یہ احساس ہوتا ہے کہ اُس کا ہر عمل محفوظ کیا جارہا ہے اور ہر عمل کی باز پُرس ہوگی۔ یہ احساس جتنا گہرا ہوگا اتنا ہی انسان کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا اور معاشرے کی بھی اصلاح ہوگی۔

4. وقوعِ قیامت کے لیے دلائل:

اس سورۃ میں وقوعِ قیامت کے لیے تین طرح کے دلائل دیئے گئے ہیں:

i. دلیلِ خطابی:

اللہ نے قسم کھا کر قیامت کے یقینی ہونے کی گواہی دی ہے۔ اِسے دلیلِ خطابی کہتے ہیں۔ اِس دلیل میں اصل وزن قسم کھانے والی ہستی کی ذات اور اُس کے یقین کا ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم کو کلامِ الٰہی نہ ماننے والوں کے لیے قسم میں دلیل نبی اکرم ﷺ کی شخصیت ہے جن کی سچائی اور اعلیٰ سیرت و کردار کے معترف بدترین دشمن بھی تھے۔

ii. دلیلِ اخلاقی:

انسان کے باطن میں نیکی و بدی کا شعور اور اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے متضاد احساسات اِس بات پر دلیل ہیں کہ نیکی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ مل کر رہے گا۔

iii. اللہ کی صفتِ قدرت:

اللہ ہر شے پر قادر ہے لہٰذا مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لیے دلیل ہے جو اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔

5. سورۃ القیامۃ قرآنِ حکیم کے خطیبانہ اسلوب کا شاہکار ہے۔ قرآنِ حکیم کا اسلوب نہ نثر جیسا ہے اور نہ ہی شاعرانہ، بلکہ خطیبانہ ہے۔ ہر سورۃ اللہ کا ایک خطبہ ہے۔ خطیبانہ اُسلوب کی نمایاں خصوصیات حسبِ ذیل ہوتی ہیں:

i. ابتدائی اور آخری حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

ii. تحویلِ خطاب ہوتا ہے یعنی مخاطبین بدلتے رہتے ہیں اور کبھی حاضر کو غائب یا کبھی غائب کو حاضر تصور کر کے گفتگو کی جاتی ہے۔

iii. سوالات و اعتراضات کو بیان کیے بغیر اِس انداز میں جواب دیا جاتا ہے کہ سننے والا سوالات و اعتراضات کو خود ہی سمجھ لیتا ہے۔

iv. بیان میں دلیل دراصل خطیب کا یقین اور کردار ہوتی ہے۔

6. سورۃ التغابن[64] اور سورۃ القیامۃ[75] کے اُسلوب کا موازنہ:

سورۃ التغابن مدنی جبکہ سورۃ القیامۃ ابتدائی مکی دور کی سورۃ ہے۔ سورۃ التغابن حجم کے اعتبار سے سورۃ القیامہ سے بڑی ہے لیکن سورۃ التغابن میں 18 آیات ہیں جبکہ سورۃ القیامۃ میں 40۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی مکی دور کی سورتوں میں آیات چھوٹی لیکن روانی، جوش اور صوتی آہنگ یعنی آیات کے آخر میں قوافی اور فواصل کا لحاظ بہت نمایاں ہے۔ اِس اُسلوب کو پہاڑی دریا کے جوش و خروش سے نسبت دی جاسکتی ہے۔ مکی دور کے آخری اور مدنی سورتوں میں آیات بڑی لیکن روانی کم اور جوش دھیما ہوتا ہے، جیسے میدانی دریا کا بہاؤ دھیما اور پُر سکون ہوتا ہے۔

آیات پر غور و فکر

آیت 1

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ نہیں! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔

اِس آیت میں 'لَآ' دراصل لائے منفصل ہے۔ فرمایا جارہا ہے نہیں! قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اِس پر قسم کھاتا ہوں۔ 'لَآ' درحقیقت انکارِ آخرت یا اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت کے تمام تصورات، اعتراضات اور شکوک و شبہات کی نفی کر رہا ہے۔ انکارِ آخرت کی دو صورتیں ہیں:

1. آخرت کا صاف انکار:

i. کیسے ممکن ہے کہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے۔ کفار کا یہ اعتراض قرآنِ حکیم میں بار بار بیان کیا گیا:

اَیَعِدُکُمۡ اَنَّکُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَ کُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّکُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ ﴿۳۵﴾ هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴿۳۷﴾ (المؤمنون 23:35-37)

"کیا یہ (رسول) تمہیں اس بات سے ڈراتے ہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو کیا تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔ انہونی بات ہے، انہونی بات ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ اِسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے"۔

وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ رُءُوۡسَهُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿۵۱﴾ (بنی اسرائیل 17:49-51)

"اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چور چور ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ پیدا ہو کر اُٹھیں گے۔ کہہ دیجئے کہ (خواہ تم) پتھر ہو جاؤ یا لوہا، یا کوئی اور چیز جو تمہارے نزدیک (پتھر اور لوہے سے بھی) بڑی (سخت) ہو۔ پھر وہ کہیں گے کہ (بھلا) ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تو (تعجب سے) تمہارے آگے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہو گا؟ کہہ دیجیے ممکن ہے کہ یہ جلد ہو گا"۔

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هَلۡ نَدُلُّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ کُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّۃٌ ؕ (سبا 34:7-8)

"اور کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے۔ اُس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا وہ دیوانہ ہو گیا ہے"۔

ii. وقوعِ قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات:

وَ اِذَا قِيۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا قُلۡتُمۡ مَّا نَدۡرِىۡ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِيۡنَ ﴿۳۲﴾ (الجاثية 45:32)

"اور جب کہا جاتا تھا کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم نہیں رکھتے اِس کے بارے میں مگر ایک گمان اور ہم نہیں ہیں اس پر یقین کرنے والے"۔

2. اِقرار کے پردے میں انکارِ آخرت:

آخرت سے متعلق کچھ ایسے نظریات اختیار کر لیے جاتے ہیں کہ پھر ایمان بالآخرت کی افادیت باقی نہیں رہتی یعنی انسان کے عمل کی اصلاح نہیں ہوتی جیسے:

i. شفاعتِ باطلہ کا عقیدہ:

وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَ لَا يَنۡفَعُهُمۡ وَ يَقُوۡلُوۡنَ هٰۤؤُلَاۤءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ اَتُنَـبِّـئُوۡنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۸﴾ (یونس 10:18)

"اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ ہی کچھ بھلا کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جس کو وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) اُن کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے"۔

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلۡ اَوَ لَوۡ كَانُوۡا لَا يَمۡلِكُوۡنَ شَيۡئًا وَّ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيۡعًا ؕ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۴﴾ (الزمر 39:43-44)

"کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی (کچھ) سمجھتے ہوں۔ کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے اُسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

شفاعت کے حوالے سے صحیح تصور یہ ہے کہ شفاعت صرف اللہ کی اجازت سے ہوگی اور اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا کہ دعائے شفاعت کس نے کرنی ہے اور کس کے حق میں کرنی ہے:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ (طٰہٰ[20]:109)

"اُس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اُس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور جس کے لیے بات کو پسند فرمائے"۔

ii. اللہ کی صرف شانِ رحمت کو پیشِ نظر رکھنا:

اللہ کے بارے میں متوازن عقیدہ تو یہ ہے کہ:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾

(الحجر[15]:49-50)

"(اے نبی ﷺ!) میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے"۔

شیطان اللہ کی صرف شانِ رحمت کو انسان کے سامنے اِس طرح مزین کرتا ہے کہ انسان اللہ کی شانِ قہاری سے غافل ہو کر مسلسل بے عملی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ گویا شیطان انسان کو اللہ کی ذات کے حوالے سے فریب دیتا ہے:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ (لقمان[31]:33)

"پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ بہت زیادہ دھوکا دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا دھوکا دے"۔

اِس دھوکے کی بڑی واضح ترجمانی اِن اشعار میں ہے:

ے عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا — پر تُو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر — پر تری رحمت نے گوارا نہ کیا

اللہ نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اس گمراہی کی نفی کی ہے:

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾

(القلم[68]:35-36)

"کیا ہم فرمانبرداروں کو برابر کردیں گے نافرمانوں کے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (ص38:28)

"کیا ہم اُن کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے برابر کر دیں گے اُن کے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا متقین کو برابر کر دیں گے بدکاروں کے؟"

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاہُمۡ وَ مَمَاتُہُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الجاثیۃ45:21)

"جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اُن کی زندگی اور موت یکساں ہوں گے؟ برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں"۔

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ۙ﴿۷﴾ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿۸﴾ کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿ۚ۱۳﴾ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ﴿ۚۖ۱۴﴾ (الانفطار82:6-14)

"اے انسان! تجھے اپنے شفیق پروردگار کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا اور (تیرے وجود کو) معتدل رکھا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مگر تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ بلا شبہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر لکھنے والے (تمہارے اعمال کے)۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بیشک نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں"۔

.iii نسلی تفاخر یا انبیاء کے ساتھ نسبت کی وجہ سے نجاتِ اخروی کی امید:

وَ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ عَہۡدًا فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَہۡدَہٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾ (البقرۃ2:80)

"اور وہ (یہود) کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز۔ (اے نبی ﷺ!) ان سے پوچھیے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ اللہ جس کے خلاف نہ کرے گا یا تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں؟"

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ

(المائدۃ5:18)

"اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ (اے نبی ﷺ!) پوچھیے پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟"

آج ہماری کیفیت بھی یہ ہے کہ:

ے
خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں! مولا تیرے محبوب کی امت میں ہیں

iv. دنیوی آسائش ودولت کو اللہ کے راضی ہونے کی علامت سمجھنااور اس بنیادپر آخرت میں بھی اچھے بدلہ کی توقع رکھنا:

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝٣٢ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝٣٣ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۝٣٤ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝٣٥ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝٣٦ (الکهف18:32-36)

"اور (اے نبی ﷺ!) انہیں دو آدمیوں کا حال سنایئے۔ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطا کیے تھے اور ان کے اطراف کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ دونوں باغ (کثرت سے) پھل لاتے اور اُس (کی پیداوار) میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں کے درمیان ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔اور (اس طرح) اس (شخص) کے لیے (ان کی) پیداوار تھی۔ (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے مال و دولت کے اعتبار سے اور زیادہ عزت والا ہوں نفری کے اعتبار سے۔اور (ایسی بڑائیوں کے ساتھ) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ بھی ہو گا اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ

قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو (وہاں) ضرور اِس سے اچھی جگہ پاؤں گا"۔

v. عمل میں تاخیر کرنا:

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

(الحدید 57:14)

"تو (منافق لوگ مومنوں سے) کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے خود کو (دنیا کی محبت) کے فتنہ میں ڈالا اور تم (احکامات پر عمل کے حوالے سے) تاخیر کرتے رہے اور تم (جزاو سزا کے حوالے سے) شک میں پڑ گئے اور تمہیں کچھ خوش کن خواہشات نے دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور اللہ کے بارے میں تمہیں ایک بڑے دغاباز (شیطان) نے دھوکا دیا"۔

پہلی آیت میں 'لَآ' کا کلمہ مذکورہ بالا تمام تصورات کی زوردار نفی کر رہا ہے۔

آیت 2

وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے ضمیر کی۔

- اِس آیت میں بھی 'لَآ' لائے منفصل ہے۔ فرمایا جارہا ہے نہیں! قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اس کے لیے قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ جسم اور روح کی کشمکش کے حوالے سے نفسِ انسانی کی تین کیفیات ہو سکتی ہیں:

i. نفسِ امارہ... برائی کی طرف مائل... جسم روح پر غالب

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ (یوسف 12:53)

"اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس بہت زیادہ حکم دینے والا ہے برائی کا، مگر یہ کہ جس پر میرا رب رحم کرے (وہ نفس کی شرارت سے بچ جاتا ہے)"۔

ii. نفسِ لوّامہ... ملامت کرنے والا نفس/ضمیر ... روح اور جسم کے درمیان کشمکش جاری (آیت زیرِ مطالعہ)

iii. نفسِ مطمئنّہ... نیکی کی طرف مائل... روح جسم پر غالب

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر 89:27-28)

"اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی"۔

- انسان ہر عمل کے بعد ضمیر کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔نیکی پر اطمینان اور برائی پر خلش محسوس کرتا ہے۔یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ ایک روز حساب کتاب ہوگا۔
- قسم کا جواب یا مقسم علیہ محذوف ہے یعنی اِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ "اور جزا و سزا کا معاملہ ہو کر رہے گا"۔ (الذٰریٰت 51:6)

آیات 3-4

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ کیاانسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں جمع نہیں کریں گے ؟ بَلٰى ... کیوں نہیں !... قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی پور پور درست کردیں۔

- اس آیت میں قدرتِ خداوندی کے بارے میں انسان کی غلط فہمی کی نفی، جمع کا صیغہ استعمال کر کے، بڑے شاہانہ و جلالی اسلوب میں کی گئی ہے۔
- ہر انسان کی انگلیوں کے پور مختلف ہوتے ہیں۔اللہ کی صفتِ قدرت کا کمال ہے کہ ہر انسان کی انگلیوں کے پور پور درست کر دیے جائیں گے۔

آیت 5

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ مگر انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے۔

فَجَرَ کے معنی ہیں پھٹ پڑنا، بے قابو ہو جانا اور فَاجِرٌ کے معنی ہیں حُدود اللہ کو توڑنے والا۔انسان کے انکارِ آخرت کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد، لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔لہٰذا وہ آخرت کا انکار کر کے حقیقت کا سامنا اُسی طرح نہیں کرنا چاہتا جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

آیات 6-12

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ (طنزاً) پوچھتا ہے قیامت کا دن کب آئے گا؟... فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾
جب آنکھیں چندھیا جائیں گی... وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ اور چاند گہنا جائے گا... وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ
الْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے... يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾
اُس دن انسان کہے گا کہ کہیں ہے بھاگنے کی جگہ؟... كَلَّا... ہر گز نہیں!... لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ کہیں پناہ
نہیں... اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ اُس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانہ ہے۔

- ان آیات میں طنزیہ سوال کا اُسی لہجہ (Tone) میں پُر عتاب جواب دیا گیا ہے۔
- یہاں روزِ قیامت برپا ہونے والی تباہی کی نقشہ کشی کی گئی ہے جس کی مزید تفصیلات سورۃ التکویر[81]، سورۃ الانفطار[82]، سورۃ الانشقاق[84] اور سورۃ القارعۃ[101] کے آغاز میں بیان کی گئی ہیں۔
- اِن آیات میں روزِ قیامت ایک غافل انسان کی حسرت و بے بسی کا بیان ہے۔ یہ مضمون قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے:

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ (الانبیاء[21]:97)

"اور جب (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے گا تو کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (اور کہیں گے کہ) ہائے ہماری بد قسمتی کہ ہم اِس (روز کی تیاری) سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے"۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾ (ابراھیم[14]:42-43)

"اور مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ اُن سے بے خبر ہے۔ وہ اُن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب کہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں اُن

کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (خوف کے مارے) اچھل رہے ہوں گے"۔

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨ (القمر 54:6-8)

"اس روز بلائے گا بلانے والا ایک ناگوار شے کی طرف۔ تو آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اُس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے"۔

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝٤٣ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝٤٤ (المعارج 70:43-44)

"اُس دن یہ قبر سے نکل کر (اس طرح) تیزی سے دوڑیں گے جیسے کسی ہدف کی طرف دوڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہو گی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے"۔

آیت 13

يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝١٣ بتا دیا جائے گا اُس دن انسان کو جو (عمل) اُس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

تقدیم و تاخیر کے دو مفہوم ہیں:

i. دنیوی زندگی میں انسان نے کس چیز کو ترجیح دی اور کس چیز کو پس پشت ڈال دیا۔

ii. انسان نے کیا عمل آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ انسان کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا ایک طرف اللہ کے ہاں جا کر محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اُس کے اثرات دنیا میں رہتے ہیں:

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝١٢

(یٰسٓ 36:12)

"بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو (عمل) وہ آگے بھیج چکے اور جو اُن کے اثرات پیچھے رہ گئے ہم ان کو لکھتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں لکھ رکھا ہے"۔

اچھا عمل صدقۂ جاریہ اور برا عمل عذابِ جاریہ کا باعث ہوتا ہے۔

آیات 14- 15

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ﴿ۙ۱۴﴾ بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے... وَّ لَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ ﴿ؕ۱۵﴾ اگرچہ معذرتیں کرتا رہے۔

انسان کا باطن اُس کے اعمال کی حقیقت سے واقف ہے اگرچہ ممکن ہے کہ خارج میں وہ اپنے برے سے برے عمل کی خوبصورت تاویل کرکے اعتراض کرنے والوں کو خاموش کرادے۔

آیات 16-19

لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ ﴿ؕ۱۶﴾ اور (اے نبی ﷺ نزولِ وحی کے دوران) اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیجئے کہ اِس (قرآن) کو جلدی سے یاد کر لیں... اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ ﴿ۚۖ۱۷﴾ یقیناً اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے... فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ﴿ۚ۱۸﴾ پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اس پڑھنے کا ... ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ ﴿ؕ۱۹﴾ پھر یقیناً اس کی وضاحت کرنا بھی ہمارے ذمّہ ہے۔

- جمع وتدوینِ قرآن کے ضمن میں یہ آیات انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو قرآنِ مجید کے ساتھ حد درجہ محبت تھی۔ آپ ﷺ کو نزولِ وحی کا شدت سے انتظار رہتا اور جب وحی نازل ہو رہی ہوتی تو آپ ﷺ تیز تیز پڑھ کر اسے یاد کرنے کی کوشش فرماتے۔ اللہ نے آپ ﷺ پر فضلِ عظیم فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ قرآنِ حکیم کا آپ ﷺ کو حفظ کرادینا، آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اس کی تلاوت کراکر اس کی تدوین کرانا اور آپ ﷺ کے ذریعہ اس کی وضاحت کرانا ہمارے ذمہ ہے۔
- قرآنِ حکیم کی حفاظت اور جمع وتدوین حسب ذیل مراحل میں ہوئی:

1. قرآنِ حکیم نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک میں محفوظ کر دیا گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں نازل شدہ قرآن کا ترتیب کے ساتھ دورہ فرماتے

رہے۔حیاتِ مبارکہ کے آخری سال آپ ﷺ نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دورۂ قرآن فرمایا[۱]۔

2. نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کو قرآنِ حکیم حفظ کروایا۔
3. آپ ﷺ سورتوں اور آیات کے مقام کے تعین کے ساتھ قرآنِ حکیم کی کتابت بھی کراتے رہے۔یہ کتابت پتھر کی پتلی تختیوں، چمڑے کے پتلے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں پر کی جاتی رہی۔البتہ آپ ﷺ کے دور میں مکمل قرآنِ حکیم ایک کتابی نسخے کی صورت میں جمع نہیں کیا گیا۔
4. حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں قرآنِ حکیم کو کتابی صورت میں یکجا کیا گیا۔یہ عظیم کام حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے کیا۔
5. حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے قرآنِ حکیم کو قریش کے لہجہ کے مطابق ایک رسم الخط میں تحریر کیا اور اِس کی سات نقول اہم شہروں میں بطور Reference رکھوادی گئیں۔
6. قرآنِ حکیم قیامت تک کے لیے محفوظ ہے کیوں کہ اِس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾ (الحجر 15:9)

"بے شک ہم ہی نے یہ 'ذِکر' اُتارا ہے اور ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

ہر دور میں لاکھوں افراد کا حافظِ قرآن ہونا، حفاظتِ قرآن کا ایک حیرت انگیز ذریعہ ہے۔

- مضامینِ قرآنِ حکیم کی وضاحت کے دو ذرائع ہیں:

1. بذاتِ خود قرآن نے محکم آیات اور بعض اُمور کی تفسیر کی (اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا "قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے"۔)
2. نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل یعنی سنت اور احادیثِ مبارکہ سے قرآنِ حکیم کے مضامین

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، بَاب كَانَ جِبْرِيْلُ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَؓ

کی وضاحت فرمائی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

(النحل 16:44)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے واضح کریں جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور کریں"۔

وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَہُمُ الَّذِی اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ (النحل 16:64)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل نہیں کی مگر اس لیے کہ آپ ﷺ وضاحت کر دیں اُن امور کی جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں"۔

- مندرجہ بالا مراحل و ذرائع سے اللہ نے نہ صرف قرآن کے متن کی حفاظت کی بلکہ اِس کے مفہوم کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا:

لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴿۴۲﴾

(حٰم السجدة 41:42)

"اِس کتاب پر باطل حملہ آور نہیں ہو سکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے۔یہ کتاب اتاری گئی ہے اُس اللہ کی طرف سے جو کمالِ حکمت والا اور خوبیوں والا ہے"۔

- اِن آیات کا سورۃ کے موضوع سے تعلق یہ ہے کہ جو اللہ وحی کے الفاظ کو فضا میں تحلیل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے سینہ میں محفوظ فرما کر آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جاری کرا سکتا ہے، وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور اُس کے منہ سے نکلے ہر قول اور اُس کی ذات سے صادر ہونے والے ہر عمل کو بھی جمع کر رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کچھ انسان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

آیات 20-21

كَلَّا ... ہر گز نہیں!... بَلۡ تُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَۃَ ﴿۲۰﴾ بلکہ (اے لوگو!) تم دنیا سے محبت کرتے ہو... وَ تَذَرُوۡنَ الۡاٰخِرَۃَ ﴿ؕ۲۱﴾ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

قرآنِ کریم سے محبت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی عجلت کو بیان فرما کر انسان کی ایک کمزوری یعنی عجلت پسندی کا ذکر کیا گیا۔ عجلت پسندی کا عنصر انسان کی تخلیق میں ہے:

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ (بنی اسرائیل[17]:11)

"اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے"۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء[21]:37)

"انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے"۔

انبیاءِ کرام بھی خیر کے کاموں میں اس کا اظہار کر دیتے تھے جس پر اللہ نے انہیں متوجہ فرمایا:

وَ مَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾ (طٰہٰ[20]:83-85)

"اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ کہا وہ میرے نقشِ قدم پر ہیں اور اے اللہ! میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اِس لیے کی تا کہ تو خوش ہو۔اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے"۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ (طٰہٰ[20]:114)

"اور قرآن کی وحی جو آپ ﷺ کی طرف بھیجی جاتی ہے اِس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لیے جلدی نہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ میرے رب مجھے اور زیادہ علم دے"۔

عجلت پسندی کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔اِسی کی مکروہ ترین شکل حبِّ عاجلہ یعنی دنیا پرستی ہے اور انسانوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہو کر اللہ اور آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

آیات 22-25

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ (حالانکہ) اُس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے... اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے... وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ اور کچھ چہرے اُس دن اُداس ہوں گے... تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ خیال کریں گے کہ اُن پر کمر توڑ مصیبت واقع ہونے کو ہے۔

میدانِ حشر میں انسانوں کے اعمال کے نتائج چہروں پر عیاں ہوں گے۔اعلیٰ نصب العین کے لیے زندگی بسر کرنے والوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے اور وہ دیدارِ الٰہی کی لذت سے شادکام ہوں گے۔غفلت میں پڑے رہنے والوں کے چہرے انتہائی اداس اور گرد آلود ہوں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾ (آلِ عمران[3]:106-107)

"جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ پس (اب) چکھو عذاب اس کفر کے سبب جو تم کر رہے تھے۔اور جن لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ (عبس[80]:38-42)

"اور کتنے چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے۔ ہنستے ہوں گے بشارتیں وصول کرتے ہوں گے اور کتنے چہرے ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی، سیاہی چڑھ رہی ہو گی۔ یہ کفار بدکردار ہیں"۔

آیات 26-30

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ ہر گز نہیں! جب جان گلے تک پہنچ جاتی ہے... وَ قِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ اور کہا جاتا ہے کوئی ہے جھاڑ پھونک کرنے والا... وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ اور اُس (مرنے والے) نے سمجھا کہ اب جدائی ہے... وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اور پنڈلی لپٹ جاتی ہے پنڈلی سے... اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ﹹالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ اُس دن (خواہی نخواہی) تیرے پروردگار کی طرف ہی جانا ہے۔

ایک حکیمانہ قول کے مطابق:

مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

"جو مر گیا اس کی قیامت تو قائم ہو گئی"۔

گویا موت قیامتِ صغرٰی ہے۔اس آیت میں قیامتِ صغرٰی یعنی انسان پر موت کے وقت، عالمِ نزع کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ بقول جگر مراد آبادی:

ارباب ستم کی خدمت میں اتنی سی گزارش ہے میری
دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

عالمِ نزع میں انسان کی بے بسی کا نقشہ سورۃ الواقعۃ[56] آیات 83-87 میں اِس طرح کھینچا گیا ہے:

فَلَوْ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۸۷﴾

(الواقعۃ[56]: 83-87)

"بھلا جب جان گلے میں آ پہنچتی ہے۔ اور تم اُس وقت (مرنے والے کو) دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اُس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم (ہمیں) دیکھ نہیں سکتے۔ پس اگر تم کسی کے اختیار میں نہیں ہو تو مرنے والے کی جان لوٹا کیوں نہیں دیتے اگر سچے ہو (اپنے بااختیار ہونے میں)؟"

آیات 31-35

فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰی ﴿۳۱﴾ پس نہ اُس نے تصدیق کی (اللہ کے کلام کی) اور نہ نماز پڑھی... وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۳۲﴾ بلکہ جھٹلایا اور رُخ پھیر لیا... ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ﴿۳۳﴾ پھر چل دیا اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا... اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾ افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے... ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾ پھر افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔

- اس آیت میں آخرت کو جھٹلانے والے ایک متکبر انسان کے طرزِ عمل کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔
- تصدیق سے مراد ہے ایمان جس کا مظہر اوّل ہے نماز۔ تصدیق کی ضد ہے تکذیب اور نماز کی ضد ہے رُخ پھیر لینا۔
- آیات 34-35 میں آخرت کو جھٹلانے والے کے لیے شدید ترین اظہارِ غیظ و غضب ہے۔ اَوْلٰی مونث ہے وَیْلٌ کی جس کے معنی ہیں تباہی و بربادی۔ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ویل ہے جس میں اتنا شدید عذاب ہوگا کہ جہنم کا باقی حصہ اُس سے پناہ مانگے گا[1]۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، باب وَمِنْ سُورَةِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَام، عَنْ أَبِي سَعِيدٍؓ

آیات 36-40

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى ؕ‏ ﴿۳۶﴾ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟...

اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِىٍّ يُّمۡنٰى ۙ‏ ﴿۳۷﴾ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے؟... ثُمَّ

كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ‏ ﴿۳۸﴾ پھر وہ ہو گیا جونک کی مانند (چپکا ہوا) تو اُسے بنایا اور سنوارا ...

فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ؕ‏ ﴿۳۹﴾ پھر اُس سے دو جوڑے بنائے یعنی مرد اور عورت ...

اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ﴿۴۰﴾ کیا اُس کو اِس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر سکے؟

- سورۃ کے آخر میں وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جس سے سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔
- اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان بے قید نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کا محاسبہ ہو کر رہے گا:

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنون 23:115)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

- اللہ انسان کی تخلیق کو گندے پانی کی بوند سے تکمیل تک درجہ بہ درجہ پہنچاتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَـكُمۡ‌ ؕ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا (الحج 22:5)

"لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر پھر (جونک کی مانند) چپکا ہوا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خلاقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں"۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝١٢ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝١٣ ثُمَّ
خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝١٤ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ
لَمَيِّتُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝١٦ (المؤمنون[23]:12-16)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اُس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفے سے (جونک کی مانند) چپکا ہوا بنایا پھر اس کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا پھر اُس کو نئی صورت میں بنا دیا تو بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر اِس کے بعد تم مر جاؤ گے۔ پھر قیامت کے دن اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے"۔

- اِسی نطفے سے اللہ عورت اور مرد دونوں کی تخلیق کرتا ہے حالانکہ دونوں کے مزاج اور ساخت میں کتنا فرق ہے۔ کیا وہ اللہ انسان کی دوبارہ تخلیق پر قادر نہیں؟

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٥ (قٓ[50]:15)

"کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ دوبارہ پیدا کرنے کے حوالے سے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں"۔

نبی اکرم ﷺ جب سورۃ القیامۃ کی آخری آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْـِۦىَ الْمَوْتٰى تلاوت فرماتے تو جواب میں ارشاد فرماتے بَلٰی (۱)۔

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصَّلَاۃِ، بَاب مِقْدَارِ الرُّکُوعِ وَالسُّجُودِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃ رضی اللہ عنہ